دیوان جناب مرزا جعفر علی خاں صاحب اثر بی۔ اے ڈپٹی کلکٹر

نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپا

مُقدّمہ

از لسانُ الہند مرزا محمد ہادی صاحب عزیزؔ لکھنوی مدظلہٗ

الحمد للہ

لکھنؤ قدیم الایام سے فضل و کمال کا مرکز رہا ہے اسکی زبان ٹکسالی زبان مانی گئی اِسکی خاک نے ایسے ایسے گرانبہا جواہر پیدا کئے جن کی نظیر دنیا کے خزانہ میں کم ملتی ہے، آج وہ لوگ افسانہ ہیں مگر اب بھی یہاں کے خمیر میں اتنا اثر ہے کہ علم و کمال سے طبیعتوں کو خاص مناسبت ہے۔ خصوصاً شاعری و موزونی طبعی اِس کا حصہ ہے۔

لکھنؤ کے دورِ حاضرہ میں اصول ارتقائی سے جتنا تغیر مذاقِ شعر میں ہوا ہے اُسمیں نوجواں اصحاب کی ایک ممتاز جماعت ہے جنھوں نے اپنے اشعار سے اساتذہ کی تقلید صحیح اور اپنی سلامتی مذاق کا ثبوت دیا ہے منجملہ اُن کے مرزا جعفر علی خاں صاحب اثرؔ ہیں جنکے کلام کا مجموعہ شایع ہو رہا ہے۔ شاعرانہ حیثیت سے مصنف دیوان کے واسطے تعارف

کی ضرورت ہے اسلئے اُنکے حالات درج کیئے جاتے ہیں :-

نام و نسب

مرزا جعفر علی خاں ابن حکیم مرزا فضل حسین خان ابن مرزا محمد حسین خان ابن مرزا علی حسین خان مخاطب بہ مسیح الدولہ ابن مرزا علیخان حکیم الملک ابن مرزا بہجو متخلص بہ ذرہ ابن حکیم مرزا محمد شفیع اصفہانی - اسی طرح سلسلۂ نسب مالک اشتر تک منتہی ہوتا ہے جو خاص صحابی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے تھے

خاندان

مرزا محمد شفیع

اثر کا دودمان اور اصل و گوہر لکھنؤ میں ممتاز ہے ان کے جد اعلیٰ حکیم مرزا محمد شفیع صاحب اصفہان سے ہندوستان آئے کچھ دن اکبر آباد میں مطب کیا شاہان اودھ کی جوہر شناسی اپنا چراغ جلا چکی تھی قدردانی کا آوازہ سنکر فیض آباد پہونچے نواب شجاع الدولہ بہادر نے دار الشفا میں عہدہ طبابت پر ممتاز کیا -

مرزا یحییٰ آصف الدولہ لکھنو کا سخی نواب اُسوقت ولیعہد تھا، اتفاقاً بستر رنجوری پر فریش ہوا - اطبائے شاہی نے علاج میں جان توڑ کوششیں کیں مگر قضا و قدر نے اِس نیکنامی کا سہرا شفیع اصفہانی کے سر باندھا تھا

جوہر شناسوں نے شجاع الدولہ سے انکا تذکرہ کیا یہ طلب کئے گئے اور علاج شروع کیا خازن صحت نے اس پیکر سخاوت کا اعتدال مزاج انکے ہاتھوں قائم رکھا۔ آصف الدولہ نے غسل صحت کیا اور مرزا محمد شفیع نے خلعت وانعام پایا طبیب شاہی کی کرسی انکو دی گئی اور ستارہ اقبال چمکا۔

مرزا بہجو
ان کے فرزند مرزا بہجو بھی طبیب حاذق تھے جو اکثر مورد الطاف شاہی رہے علاوہ طبابت کے شعر وسخن سے بھی ذوق تھا ذرہ تخلص کرتے تھے نواب شجاع الدولہ نے دنیا کو خیرباد کہا اور مرزا بہجو نے رخت سفر باندھا مع اہل وعیال کربلاے معلے چلے گئے وہیں گیارہ برس کے بعد انتقال کیا محراب قبہ میں دفن ہوے سنگ مرقد پر یہ رباعی کندہ ہے ؎

درسایۂ دیوار امام مقتول | آلودہ بخاک ذرۂ ہیئت مقبول
تشویش ز ہیچ گیرودارت نبود | گشتی چو دخیل قرۃ العین رسول

مرزا علی خاں
ان کے فرزند مرزا علی خاں اپنے باپ کی وفات کے وقت صغیر السن تھے عراق ہی میں علوم متداولہ کی تحصیل کرتے رہے پایۂ فضیلت تک پہونچ کر ہندوستان آئے اسوقت لکھنؤ میں کنچن برس رہا تھا۔ بذل و سخاوت کا آفتاب ذرہ ذرہ پر چمک چکا تھا۔ آصف الدولہ سر آراے سلطنت تھے نہایت احترام سے پیش آئے اور حکیم الملک کا خطاب دیا۔

قدیان خود را بعضے نیز ...

بھائی کہکر باتیں کرنے لگے زمانہ نے پھر ورق اُلٹا نواب مرحوم رہگرائے
فردوس ہوے سعادت علی خاں کا دور ہوا اُنھوں نے بھی انکی عزت کی
اُن کے بعد غازی الدین حیدر بادشاہ ہوے۔ اب حکیم الملک کی قسمت کا ستارہ
افق اقبال پر چمکا۔ قدسیہ محل جنسے بادشاہ بہت مانوس تھے بیمار ہوئیں
اور ایسی کہ امید حیات منقطع ہوگئی مرزا علی خان کے علاج سے صحت ہوئی
خلعت واکرام کے علاوہ کئی گاؤں بطور جاگیر عطا ہوے جو ابھی تک اس
خاندان میں چلے آتے ہیں اور شاہی سندیں بھی موجود ہیں۔

قانون اجل جو مرضی اور اطبا دونوں پر ایک طرح نافذ ہوتا ہے آخر کار
اُسنے سنہ ۱۲۵۳ھ میں مرزا علی خاں کا چراغ حیات خاموش کردیا ثروت
نے تاریخ وفات کہی۔

ازخلق چو میرزا علی خاں ذی علیم	پیوست برحمت جناب خالق
ثروت چو نمود فکر تاریخ وفات	دل گفت۔ شد ازجہاں طبیب حاذق

سنہ ۱۲۵۳ھ

مسیح الدولہ

مرزا علی خاں نے اپنی مسند پر ایک لائق جانشین چھوڑا۔ مرزا
علی حسن خاں جو لکھنؤ میں آج مسیح الدولہ کے خطاب سے یاد کیے جاتے ہیں
یہ امجد علیشاہ اور واجد علیشاہ کے عہد میں طبیب شاہی تھے اِس پیشہ آبائی
کے علاوہ سفارت کے منصب جلیلہ پر بھی فائز تھے علم وعمل میں یگانہ روزگار ہوے

اور دور دور شہرت ہوئی ان کی زندگی کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ ایک عظیم الشان کتب خانہ نادر اور قلمی کتابوں کا جمع کیا تھا جو ان کے بعد انکے خلف اکبر مرزا مظفر حسین خان کو ملا افسوس کہ ایام غدر میں اس کتب خانہ کا بڑا حصّہ برباد ہوگیا۔ بقیہ کتابیں بھی منتشر ہوگئیں میں نے بھی اس کتبخانہ کی بیشتر کتابیں دیکھی ہیں

انتزاع سلطنت کے بعد جب لکھنؤ کا شیرازہ بکھرا اور تخت و تاج خاک میں ملا دیا گیا تو مسیح الدولہ غریب واجد علی شاہ کے ساتھ ٹیابرج چلے گئے پھر کبھی لکھنؤ کا رُخ نہیں کیا کہتے تھے

"یہ آنکھیں جو لکھنؤ کا عروج دیکھ چکی ہیں اسکا زوال نہیں دیکھ سکتیں"

چنانچہ اپنی لڑکی کی شادی میں بھی شریک نہیں ہوئے۔ حکیم مسیح الدولہ کو خاں علامہ نواب تفضل حسین خاں کی پوتی یعنی نواب تجمل حسینخاں کی صاحبزادی منسوب تھیں۔ ان کے بطن سے دو فرزند ہوئے:۔

مظفر حسین خاں۔ محمد حسین خاں

مظفر حسین خاں مظفر حسین خاں نے فن طب میں اپنے اجداد کی عزت کو قائم رکھا اور کافی شہرت حاصل کی شیخ کے قانون پر ایک حاشیہ بھی لکھا ہے۔ انکے فرزند خان بہادر مرزا نظیر حسن خاں صاحب ہیں جو آجکل شاہی دارالشفا کے سپرنٹنڈنٹ ہیں ایک دختر حکیم مرزا عابد حسین خاں صاحب کو منسوب تھیں

محمد حسین خاں — محمد حسین خان حکیم مسیح الدولہ کے فرزند اصغر ابتدائے عمر میں بیمار رہے دق کا اندیشہ تھا اِس لئے ان کی تعلیم تکمیل تک نہ پہونچی اُنکی اولاد میں مرزا عابد حسین خاں صاحب اور حکیم فضل حسین خان صاحب ہیں۔

مرزا عابد حسین خاں — مرزا عابد حسین خاں صاحب نے فن طب کی تکمیل اپنے خسر حکیم مظفر حسین خاں صاحب سے کی اور لکھنؤ کے ممتاز اطبا میں ہوے۔

مرزا فضل حسین خاں — مرزا فضل حسین خاں صاحب نے بھی فن طب کے بعض درسیات پڑھے تھے مگر نہ کبھی مطب کیا اور نہ اسطرف توجہ کی نہایت زندہ دل شگفتہ طبیعت نیک مزاج لطیفہ گو تھے۔ بزم احباب اُنکے لطائف سے گرم رہتی تھی

لکھنؤ گئی گذری حالت پر بھی اپنی پرانی عظمت کے نقشے پیش کرتا رہا۔ لمؤلفہ

ہنوز از رفتگانِ دہر آثار و نشاں باقی ست
جمالِ ماہِ کنعانی بگردِ کارواں باقی ست

دیکھتے ہی دیکھتے صحبت شب کی جھلملاتی ہوئی شمعیں ہمیشہ کیلئے خاموش ہوگئیں۔

برازہ کی سڑک پر ناظم صاحب کی یادگار مرزا محمد عباس علیخاں صاحب کا دم غنیمت تھا نہایت شریف النفس بااخلاق تھے اُن کی ذات سے لکھنؤ کا ایک گوشہ آباد تھا۔ اخلاق کی کشش دور دور سے اہل کمال کو کھینچ لاتی تھی سیکڑوں غریبوں کی پرورش کرتے تھے شرفا سے اُن کی شان کے موافق

سلوک ہوتے تھے اور اُن کی عزت کے موافق برتاؤ کرتے تھے دوستوں کا دائرہ وسیع تھا صبح ہوتے ہی گاڑیاں پالکیاں ۔ اُن کے پھاٹک پر نظر آتی تھیں ۔ اعیان شہر اور عائد محبت سے آتے تھے روزانہ ایک چھوٹا سا دربار آراستہ رہتا تھا ۔ مرزا صاحب کو شاعری کا شوق ہمیشہ سے تھا جگر تخلص کرتے تھے ۔ آخر عمر مین میری وجہ سے شمع سخن کی لَو اور تیز ہوگئی تھی معیار کا دور تھا اُسکے اکثر ارکین بزم جگر میں باریاب رہتے تھے ادھر طرح نکلی اُدھر شہر میں چرچے ہونے لگے ۔ حامد علیخاں صاحب (بیرسٹرایٹ لا) گرگیت تھے دو شعر کہے اور احباب کے نام خطوط جاری کردیئے کہ :-

"غزل شروع ہوگئی ذرا ہشیار رہنا!"

ادھر حکیم علی محسن خاں ابر نے احباب کے گھروں پر دورہ شروع کردیا ان باتوں کا تذکرہ مرزا صاحب کی صحبت میں برابر ہوا کرتا تھا شعر و سخن کے جذبات موجود تھے ان محرکات سے اِسقدر مشتعل ہوے کہ ہر طرح میں غزل کہنے لگے اور ایک مشاعرہ بھی بڑے اہتمام سے کیا ۔

مرزا صاحب کے ساتھ طرح میں زور آزمائی کرنے والے صرف حکیم مرزا فضل حسین خاں صاحب تھے ۔ مرزا صاحب بہت دیر میں شعر کہتے تھے ۔ مگر حکیم صاحب آندھی تھے طرح کا مصرع ملا دوسرے دن ساٹھ ستر شعر کہہ لائے مجھ سے بیحد محبت کرتے تھے اِسلئے پہلے غزل مجھے دیکھاتی تھی کہ اسکو بنا دو

در رسالہ معیار میں بھی اُن کی غزلیں اکثر شایع ہوئی ہیں بعض اشعار اُن کے اِس لئے لکھتا ہوں کہ آشر کا ذوق شاعری موروثی ثابت ہو۔

غزل برطرح رسالہ معیار

چلا ہے طور پر موسیٰ کو لیکر جوش ارماں کا
خبر بھی ہے جلا دیتا ہے جلوہ روئے جاناں کا

خلش کانٹوں کی کیونکر آبلہ پا دشت میں پاتے
مری آہوں سے جل جاتا اگر دامن بیاباں کا

عجب پر درد منظر ہی عجب اک ہو کا عالم ہے
تماشا چلکے دیکھو تو ذرا گور غریباں کا

قسم ہے تجکو اے دست جنوں فصل بہاری تک
نشاں باقی نہ رہنے دے مری جیب و گریباں کا

بڑھا یہ جوش وحشت خون دوڑا میری رگ رگ میں
بہار آتے ہی میں نے توڑ ڈالا قفل زنداں کا

تصور میں نظر آتا ہے ہر سو ایک ویرانہ
مجھے گھر بیٹھے لطف آ جاتا ہے سیر بیاباں کا

ہو کے بیتاب ابھی وہ مرے گھر تک پہونچے
نالہ دل جو کوئی حد اثر تک پہونچے

مرزا صاحب کے سامنے حکیم صاحب نے یہ مطلع پڑھا مرزا صاحب نے کہا کہ آپ کے مطلع سے میرا مطلع اچھا ہے

دل ہلے عرش کو جنبش ہو جگر تک پہونچے
آہ وہ آہ ہے جو حد اثر تک پہونچے

حکیم صاحب نے کہا آپ خود مجھ سے اچھے ہیں اچھا ایسا کوئی شعر سنائیے

پس کے ہم گردش افلاک سے مقبول ہوئے
استخواں سرمہ ہوئے اہل نظر تک پہونچے

مرزا صاحب نے فرمایا میں نے یہ قافیہ ہی نہیں کہا ہاں کمر سے کمر لڑائیے :-

حکیم صاحب

دل دبستہ کاکل کو تری زلفِ سیاہ
راہ بتلائے عدم کی جو کمر تک پہونچے

مرزا صاحب

سر جھکائے ہوئے مقتل میں کھڑے ہیں ہم بھی
منتظر ہیں کہ ترا ہاتھ کمر تک پہونچے

غرض نہایت دلچسپ صحبتیں رہتی تھیں بیچ بیچ میں حکیم فضل حسین خانصاحب کے لطیفے پھڑکا دیتے تھے۔

حکیم صاحب نے تمام عمر زندہ دلی میں بسر کی آخر ۱۶ مارچ ۱۹۱۷ء عیسوی کو انتقال کیا اور اولاد ذکور میں صرف مرزا جعفر علیخاں کو چھوڑا جو انکی خوش قسمتی کی زندہ تصویر اور دودمان کے روشن چراغ ہیں۔

مرزا جعفر علیخاں اثرؔ

تاریخ ولادت و تعلیم ۱۲ جولائی ۱۸۸۵ء کو لکھنؤ میں ولادت ہوئی کٹرہ ابو تراب خاں میں آبائی مکانات ہیں جو لکھنؤ کا مشہور محلہ اور شرفا اور نجبا کا مرکز ہے۔

دس گیارہ سال کی عمر تک گھر پر تعلیم کا سلسلہ رہا۔ فارسی کی ابتدائی درسی کتابیں اور کچھ انگریزی پڑھ کر گیارھویں برس ۱۸۹۶ء میں جوبلی ہائی سکول لکھنؤ میں داخل ہوئے ۱۹۰۲ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کر کے کیننگ کالج

لکھنؤ میں آئے ۱۹۰۴ء میں ایف۔ اے اور ۱۹۰۶ء میں بی اے پاس کیا اُسکے بعد ایم اے کا کورس دیکھنا شروع کیا اور ایل۔ ایل۔ بی کی تیاری کی۔ ایک سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر قانون سے طبیعت میں کوئی مناسبت نہیں پائی اسلئے یہ سلسلہ چھوڑ دیا۔

۱۹۰۱ء میں حکیم مرزا عابد حسین خاں صاحب کی صاحبزادی سے شادی ہوئی۔ حکیم صاحب اثر کے حقیقی چچا بھی تھے اور خسر بھی۔

ملازمت ۱۹۰۹ء میں عہدہ ڈپٹی کلکٹری پر مامور ہوے۔ رائے بریلی کھیم پور ہردوئی۔ کانپور۔ الہ آباد میں قیام رہا۔ فی الحال اُناؤ میں ہیں۔

کانپور میں کئی سال تک ایکزیکٹیو آفیسر بھی رہے آخر میں خود استعفا دے دیا۔

مطالعہ کتب اثر نے تعلیم کے بعد زمانہ ملازمت میں بھی مطالعہ کا سلسلہ جاری رکھا اور تنہا فائدہ حاصل نہیں کیا بلکہ اکثر مفید مضامین کے ترجمے رسائل ادبیہ میں پیش کرتے رہے۔

عربی بالکل نہیں جانتے فارسی کی استعداد بھی بہت محدود ہے۔ مگر چونکہ علم لسان سے خلقی لگاؤ ہے اسلئے فارسی زبان کا کیف اُن کے دل و دماغ میں ہے اچھا شعر سُن کے محظوظ ہوتے ہیں ایک مرتبہ کسی بیاض میں یہ شعر دیکھ لیا تھا یاد ہو گیا اور مجھے ایک عالم وجد میں سُنایا ؎

مرزا صاحب نے فرمایا میں نے یہ قافیہ ہی نہیں کہا ہاں کمر سے کمر لڑائیے :۔

حکیم صاحب

دل دبستہ کاکل کو تری زلفِ سیاہ — راہ بتلاے عدم کی جو کمر تک پہونچے

مرزا صاحب

سر جھکائے ہوئے مقتل میں کھڑے ہیں ہم بھی — منتظر ہیں کہ ترا ہاتھ کمر تک پہونچے

غرض نہایت دلچسپ صحبتیں رہتی تھیں بیچ بیچ میں حکیم فضل حسین خانصاحب کے لطیفے پھڑکا دیتے تھے ۔

حکیم صاحب نے تمام عمر زندہ دلی میں بسر کی آخر ۱۶ مارچ ۱۹۱۷ء عیسوی کو انتقال کیا اور اولاد ذکور میں صرف مرزا جعفر علیخاں کو چھوڑا جو اُنکی خوش قسمتی کی زندہ تصویر اور دودمان کے روشن چراغ ہیں ۔

مرزا جعفر علیخاں اثرؔ

تاریخ ولادت و تعلیم ۱۲ر جولائی ۱۸۸۵ء کو لکھنؤ میں ولادت ہوئی کٹرہ ابو تراب خاں میں آبائی مکانات ہیں جو لکھنؤ کا مشہور محلہ اور شرفا اور نجبا کا مرکز ہے ۔

دس گیارہ سال کی عمر تک گھر پر تعلیم کا سلسلہ رہا ۔ فارسی کی ابتدائی درسی کتابیں اور کچھ انگریزی پڑھ کر گیارھویں برس ۱۸۹۶ء میں جوبلی ہائی سکول لکھنؤ میں داخل ہوئے ۱۹۰۲ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کرکے کیننگ کالج

لکھنؤ میں آئے ۱۹۰۴ء میں ایف۔اے اور ۱۹۰۶ء میں بی اے پاس کیا اسکے بعد ایم اے کا کورس دیکھنا شروع کیا اور ایل۔ ایل۔ بی کی تیاری کی۔ ایک سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر قانون سے طبیعت میں کوئی مناسبت نہیں پائی اسلئے یہ سلسلہ چھوڑ دیا۔

۱۹۰۱ء میں حکیم مرزا عابد حسین خاں صاحب کی صاحبزادی سے شادی ہوئی۔ حکیم صاحب اثر کے حقیقی چچا بھی تھے اور خسر بھی۔

ملازمت

۱۹۰۹ء میں عہدہ ڈپٹی کلکٹری پر مامور ہوے۔ رائے بریلی لکھیم پور ہردوئی۔ کانپور۔ الہ آباد میں قیام رہا۔ فی الحال اُناؤ میں ہیں۔

کانپور میں کئی سال تک ایگزیکٹیو آفیسر بھی رہے آخر میں خود استعفا دے دیا۔

مطالعہ کتب

اثر نے تعلیم کے بعد زمانۂ ملازمت میں بھی مطالعہ کا سلسلہ جاری رکھا اور تنہا فائدہ حاصل نہیں کیا بلکہ اکثر مفید مضامین کے ترجمے رسائل ادبیہ میں پیش کرتے رہے۔

عربی بالکل نہیں جانتے فارسی کی استعداد بھی بہت محدود ہے۔ مگر چونکہ علم لسان سے خلقی لگاؤ ہے اسلئے فارسی زبان کا کیف اُن کے دل و دماغ میں ہے اچھا شعر سُن کے محظوظ ہوتے ہیں ایک مرتبہ کسی بیاض میں یہ شعر دیکھ لیا تھا یاد ہو گیا اور مجھے ایک عالم وجد میں سُنایا۔

دستے کہ در پیالہ حسنت شراب ریخت

درے کہ ماند در قدحِ آفتاب ریخت

اِس سے اُنکے ذوق و انتخاب کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ میں نے بھی جب اُن کو فارسی اشعار سُنائے تو اُن کے چہرے پر غیر معمولی انبساط پایا یہی وجہ ہے کہ وہ فارسی ترکیبیں اپنے کلام میں نہایت حسن و خوبی سے صرف کرتے ہیں۔

ذہانت و ذکاوت — ذہانت و ذکاوت کے آثار انکی پیشانی پر سے جھلکتے ہیں پیچیدگیوں کے سلجھانے کی قوت بات میں بات پیدا کرنا اُن کی طبیعت کا خاص جوہر ہے

اخلاق — انسان کا انسان ہونا حسن سیرت پر موقوف ہے۔ اثر کی طبیعت میں ایسے صفات حسنہ ودیعت کیئے گئے ہیں کہ مجموعی حیثیت سے اُن میں ایک دلکشی اور دلآویزی پیدا ہو گئی ہے عُجب و نخوت خود غرضی احسان فراموشی عیاری کا شائبہ بھی نہیں نہ اثر کی طبیعت سراسر مصلحت و پالیسی ہے جو اس زمانہ کی خاص سیرت ہے اثر سادہ دل، نیک باطن، نیک نہاد۔ وضعدار صلح کل مہماں نواز، عالی ظرف ہے ظاہر باطن کا آئینہ، اور باطن، ظاہر کا، اُنکی رگ رگ میں شرافت کا خون ہے جسکو فطری لطافت نے اور بھی منزہ اور صاف کر دیا ہے اور یہ تعجب نہیں اسلئے کہ جس ماحول میں اثر کا نشو و نما ہوا ہی اُس سے یہی توقع تھی۔

زبان سے انس لکھنؤ سے انتساب زبان دانوں کے لئے ہمیشہ باعث فخر رہا ہے۔ اِس ٹکسال کے کامل عیار سکے بہت سے کھوٹے سکوں کو ملا کر چلا دیتے ہیں۔ مگر نقاد نگاہیں پرکھ لیتی ہیں۔

اثر لکھنؤ کے اُس محلہ کے باشندہ ہیں جہاں کی زبان ٹکسالی ہونے میں کسی کو کلام ہی نہیں ہو سکتا۔ جن آغوشوں میں اثر نے پرورش پائی وہ حقیقت میں زبان کا گہوارہ ہیں۔ اسلاف خاندان شاہی سے متوسل اور اشرف الاشراف تھے۔ لکھنؤ کے طبقۂ اعلےٰ میں اُن کا شمار تھا اُسی کا اثر ہے کہ ان کو اپنی زبان سے خاص انس ہے۔ وہ انگریزی زبان کے فاضل ہیں مگر کبھی تحریر و تقریر میں انگریزی الفاظ بغیر ضرورت صرف نہیں کرتے ایک مرتبہ اثر کے اجلاس پر شہادت میں ایک صاحب بیجا الفاظ انگریزی کے صرف کر رہے تھے کہ شاید ڈپٹی صاحب خوش ہونگے کئی مرتبہ اُنھوں نے کہا کہ میرے فادر "FATHER." کا یہ نام ہے میرے فادر یہ پیشہ کرتے تھے آخر اثر سے نہ رہا گیا اور اُنسے کہا کہ:۔

"باپ کہتے آپ کو کیوں شرم آتی ہے"

اثر کی شاعری میں زبان کا عنصر زیادہ ملے گا مگر تخئیل کے ساتھ بعض حضرات زباندانی کے مدعی ہیں اُنکا دعویٰ ہے کہ ہم شعر اپنی زبان میں کہتے ہیں لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ بغیر تخئیل کے محض زبان شاعر اور غیر شاعر کا

امتیاز ظاہر کرتی ہے۔

سخن فہمی و تنقید | شاعری اور سخن سنجی علیحدہ علیحدہ دو جوہر ہیں۔ بقول نواب مصطفٰے خاں شیفتہ صاحب تذکرہ گلشن بیخار :-

"خوش فکر اگرچہ کمیاب ست اما خوش فہم کمیاب تر خوشا حال

کسیکہ از ہر دو شربے یافتہ و حظے ربودہ"

جس طرح اثر کو شعر سے ذوق ہے اسی طرح وہ تنقید بھی اچھی لکھتے ہیں لطافت شعری تک اُنکا ذہن رسائی کرتا ہے اور مطالب کو صاف عبارت میں ادا کرنے کا سلیقہ ہے۔

نثر نثر مقفٰے و مسجع کا رواج تو اب رہا نہیں نثر عاری کا دور ہے اِسکی خوبی سلاست و روانی ہے۔ مرزا غالب کو اپنے مکاتیب پر یہ ناز تھا کہ میں نے مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا۔ اسی طرح اُردو کے اور ائمہ ادب "آزاد، شبلی" وغیرہ۔ ان سب کی نثروں میں کوئی نہ کوئی خصوصیت نمایاں تھی۔ آزاد کے یہاں زبان کی شستگی، روانی برجستگی اُس پر ظرافت کی چاشنی سونے میں سہاگہ تھی آزاد کا خط و خال ایک معمولی اردو داں بھی پہچان سکتا ہے۔

شبلی نے اپنی عبارت میں زور ادبیت دکھایا۔ نذیر احمد کی زبان دہلی کی ٹکسالی زبان مانی گئی۔ اِسی طرح "رتن ناتھ سرشار، سجاد حسین" (اڈیٹر اودھ پنچ) ان لوگوں کی نثروں نے لطافت زبان کے دریا بہا دیے ہیں۔

لیکن حال میں ٹگور کی کورانہ تقلید اور انگریزی ادب کی پیروی میں نثر نگاری کا ایک عجیب و غریب طریقہ ایجاد کیا گیا ہے جس نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ اس مقدمہ میں اس بحث کی کافی گنجائش نہیں ورنہ میں مختلف نمونے نثر کے دکھاتا۔

اُدبائے مذکور نے جو صاف ستھرے راستے نثر کے ایجاد کیئے تھے۔ اُسپر استعارات بعیدہ اور تشبیہات غریبہ کا ایک طلسم تیار کیا جا رہا ہے بجائے اس کے کہ آزاد و شبلی کی تقلید کریں "شیکسپیر" یا "ٹگور" کی تقلید کرتے ہین۔

شاعری اور نثاری دو متضاد چیزیں ہیں مگر اس زمانہ میں نثاری اور شاعری میں کوئی امتیاز نہیں رہا بلکہ نثر کا وزن شعر سے زیادہ گراں گنا جاتا ہے مولانا شبلی نے ایکمرتبہ مجھ سے کہا تھا کہ میری نثر کی ایک کتاب (نام مجھے یاد نہیں رہا) کی تعریف میرے ایک دوست نے یہ کی:۔

"شبلی قطعًا شاعر نہیں معلوم ہوتا"

مولانا کہتے تھے کہ مجھے اس تعریف سے بیحد مسرت ہوئی اور ہمیشہ فخر کرتا رہا۔ اردو کی بداقبالی ہے اگر موجودہ طرز انشا نے رواج پایا۔

آثر کی نثر میں یہ گورکھ دھندا نہیں ہوتا صاف ستھری زبان ہوتی ہے نہ فقروں میں اتنا زور ہوتا ہے کہ معنی دب جائیں نہ جملوں میں اسقدر قوت

ہوتی ہے کہ ذہن کو اُسکے مفہوم تک پہونچنے میں دھینگا مشتی کی نوبت آئے صرف سادگی فقرات کا زیور ہوتی ہے۔ اگر نثر لکھنے کی مشق جاری رہی اور رنگ زمانہ سے متاثر نہوے تو وہ اپنے نثر میں ایک خصوصیت پیدا کرسکیں گے اکثر انگریزی کے تراجم انھوں نے مجھے سُنائے جو مستقل مضمون کی صورت میں نظر آئے۔ میر و سودا کا موازنہ " زمانہ " میں شایع ہوا تھا جو عام طور پر پسند کیا گیا۔

پابندی قواعد — کلام اساتذہ کے مطالعہ کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ قواعد و محاورات وصحت تراکیب میں اساتذہ کے قدم بقدم ہوں۔ اِس لئے اثر کی طبیعت سبزہ خودرو کی طرح کاواک اور بدنما نہیں ہوئی اُنکی آزادی پر قدیم کے ضوابط و اصول کا پہرا بیٹھا رہا۔ اِس خبط میں وہ مبتلا نہیں ہوے " قواعد کی پابندی فضول ہے زبان میں اہل زبان کا اتباع لغو ہے ترکیبوں اور محاوروں کا گڑھنا عیب نہیں جو خیال جس طرح ادا ہو ادا کرنا چاہیئے۔ ضرورۃً نئے محاورات بنا لینا توسیع دائرہ زبان ہے کبھی کبھی اُن کو ایسا خیال ہوا۔ مگر سمجھانے سے سمجھ گئے اور آیندہ ہمیشہ احتیاط سے کام لیا۔ موجودہ دور کے اکثر شعرا بغیر اغلاط جاری کئے شعر میں ترقی ہی نہیں کرسکتے۔ یہ نتیجہ ہے اپنے ادبیات سے بیخبر ہونے کا۔

اِس دور میں نہ کوئی مرکز رہا نہ کوئی امتیاز، عام طور سے ہر شاعر مدعی استادی ہے

علوم ادب سے بیخبری قواعد معینہ سے احتراز۔ ہر شخص آزاد خیال قواعد و محاورات کے وضع کرنے کا حق حاصل اِک زمانہ تھا کہ شعرا علوم عقلی و نقلی سے آراستہ ہوتے تھے خاندان تیموریہ میں جب سُلطان مرزا کی قدر شناسی اور ہنر پروری کو دیکھکر شبستان ادب میں سخنوری کا چراغاں ہوا ہے تو اُس عالم کو والہ داغستانی اِس عبارت میں ادا کرتا ہے

"در رعایت فضلا و شعرا سعی بلیغ فرمودہ است و در ترتیب شعرا آں قدر مبالغہ کردہ است کہ فن شاعری کہ فضیلت علوم را لازمہ است از علم جدا شد و ہر بے مایہ بمحض طبیعت موزوں ارادۂ شاعری کرد رفتہ رفتہ فن شاعری کہ الطف فنون بود از درجہ اعتبار افتادہ بمضحکہ انجامید"

اُس عہد میں تو قدر شناسی سے یہ کثرت تھی مگر تعجب ہے کہ اس زمانے میں بیقدری پر یہ حالت ہے سید سلیمان صاحب ندوی اڈیٹر معارف نے ایکدن خوب لطیفہ بیان کیا کہ ریل پر چند حضرات سے ملاقات ہوئی معمولی تعارف کے بعد میں نے بلا تکلف اُن سب کے تخلص فرداً فرداً دریافت کیئے۔ اُن لوگوں نے کہا کہ ہم میں کوئی شاعر نہیں۔ میں نے کہا انکسار کی کیا ضرورت ہے یہ تو ممکن ہی نہیں"۔

اثر پر شاعری کا اثر

اثر نے جس ناز و نعم سے پرورش پائی اُس کا مقتضیٰ یہی تھا کہ وہ رئیسانہ ٹھاٹھ سے زندگی بسر کریں اُنکے افعال و عادات میں شمیم امارت ہو

غیر معمولی غذا اور غیر معمولی مسکن اُن کو راحت پہونچا سکے اور ایسا ہی تھا۔ گرچند
سال سے اُن کے احساسات میں زمین آسمان کا فرق ہے اب وہ ایک علمی
زندگی بسر کرنے پر مائل ہیں ترفع ظاہری اور جاہ دنیوی سے کنارہ کش یقیناً
یہ مطالعہ نفس کا نتیجہ اور صحیفہ فطرت پر غور کرنے کا اثر ہے جس نے اُن کو تکمیل
انسانیت کی طرف مائل کیا۔

شاعری

اثر کے خاندان میں شاعری کا ذوق فطری ہے مرزا ابچو صاحب کے
متعلق لکھا گیا کہ ذرہ تخلص کرتے تھے اور شاعری سے شغف تھا حکیم مسیح الدولہ
کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک کتاب اثر کے پاس ہے جسمیں واجد علی شاہ کی
بیماری کا تذکرہ ہے اسمیں کہیں اشعار بھی موزوں کرتے گئے ہیں
نواب مرزا صاحب شوق مصنف مثنوی زہر عشق بھی اُنکے عزیز قریب تھے
مہدی علیخاں آباد معاصر شیخ ناسخ و آتش سے بھی سلسلہ قرابت ہے۔
مرزا فضل حسین خانصاحب کی موزوں طبعی کا حال لکھا گیا اثر نے جب سے
ہوش سنبھالا اُسیوقت سے شعر و سخن کا ذوق طبیعت میں پایا اس جذبہ کے مشتعل
کرنے والے اور صحیح راستہ پر لگانے والے اُنکے چچا مرزا دلاور حسین خانصاحب ہیں جو
ذوق سخن کے علاوہ شعر بھی کہتے ہیں مگر زیادہ تر نعتیہ قصائد اثر کی عمر آٹھ یا نو سال
کی ہوگی اُسوقت سے وہ اساتذہ کے اشعار اُن کے سامنے پڑھا کرتے تھے اور
اُسکی خوبیاں اور مطالب بیان کیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ فیض صحبت سے

حسن و قبح اشعار پر نظر دوڑانے لگے طبیعت میں موزونی پہلے ہی سے تھی۔ گیارہ سال کی عمر میں نوحے کہنا شروع کیئے۔ اُسوقت بجاے اثر جعفر تخلص تھا۔

تلمذ

اثر کے تمام خاندان سے مجھ سے قدیم مراسم چلے آتے ہیں۔ اُن کے والد ماجد مجھ سے خاص محبت کرتے تھے۔ اثر تقریبًا میرے ہم عمر ہیں اور بچپنے سے اُن سے ملاقات ہے

اس بات کے اظہار میں انکسار کی ضرورت نہیں کہ اثر مجھ سے مشورہ سخن کرتے ہیں اس لئے میں اُن کی زیادہ تعریف خودستائی پر محمول کرتا ہوں لیکن کسی کے حقیقی اوصاف پر پردہ ڈالنا اخلاقی کمزوری ہے۔ آثر کو حسن فطرت نے سنوارا اور ذوق سلیم نے مشکلات فن میں رہنمائی کی۔ میں بھی مشورہ سخن میں شریک رہا۔ اُنکی طبیعت کا اندازہ کرکے میں اُن سے اکثر شعر کہنے کی فرمائش کیا کرتا تھا ادھر اُن کے ہمسایہ میں نواب علی حسن خاں مرحوم (نواب آغا محمد جعفر حسین خاں صاحب کے بڑے صاحبزادے جنکا چپ تعزیہ مشہور ہے) اصرار کرتے رہتے تھے۔ اسطرح اُنکی شاعری کا نشو و نما ہوا۔ سب سے پہلے غزل جو انھوں نے مشاعرے میں پڑھی اُسکے دو شعر یہ ہیں :-

قصہ گو اب مرا افسانہ کہا کرتے ہیں	دیکھ اے جذب محبت وہ زمانہ آیا
قہر کرتے ہیں وہ آنسو جو پیا کرتے ہیں	دلمیں طوفاں اُٹھائینگے یہ قطرے اکدن

اسکے بعد معیار کے بڑے بڑے مشاعروں میں شریک ہوتے رہے اور

غیر معمولی غذا اور غیر معمولی مسکن اُن کو راحت پہونچا سکے اور ایسا ہی تھا۔ مگر چند سال سے اُن کے احساسات میں زمین آسمان کا فرق ہے اب وہ ایک عملی زندگی بسر کرنے پر مائل ہیں ترفع ظاہری اور جاہ دنیوی سے کنارہ کش یقیناً یہ مطالعہ نفس کا نتیجہ اور صحیفہ فطرت پر غور کرنے کا اثر ہے جس نے اُن کو تکمیل انسانیت کی طرف مائل کیا۔

شاعری

اثر کے خاندان میں شاعری کا ذوق فطری ہے مرزا بچھو صاحب کے متعلق لکھا گیا کہ ذرہ تخلص کرتے تھے اور شاعری سے شغف تھا حکیم مسیح الدولہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک کتاب اثر کے پاس ہے جسمیں واجد علی شاہ کی بیماری کا تذکرہ ہے اسمیں کہیں اشعار بھی موزوں کرتے گئے ہیں

نواب مرزا صاحب شوق مصنف مثنوی زہر عشق بھی اُنکے عزیز قریب تھے مہدی علیخاں آباد معاصر شیخ ناسخ و آتش سے بھی سلسلہ قرابت ہے۔

مرزا افضل حسین خانصاحب کی موزوں طبعی کا حال لکھا گیا اثر نے جب سے ہوش سنبھالا اُسیوقت سے شعر و سخن کا ذوق طبیعت میں پایا اس جذبہ کے مشتعل کرنے والے اور صحیح راستہ پر لگانے والے اُنکے چچا مرزا دلاور حسین خانصاحب ہیں جو ذوق سخن کے علاوہ شعر بھی کہتے ہیں مگر زیادہ تر نعتیہ قصائد اثر کی عمر آٹھ یا نو سال کی ہوگی اُسوقت سے وہ اساتذہ کے اشعار اُن کے سامنے پڑھا کرتے تھے اور اُنکی خوبیاں اور مطالب بیان کیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ فیض صحبت سے

حسن و قبح اشعار پر نظر دوڑانے لگے طبیعت میں موزونی پہلے ہی سے تھی۔ گیارہ سال کی عمر میں نوحے کہنا شروع کیئے۔ اُسوقت بجاے اثر جعفر تخلص تھا۔

تلمذ اثر کے تمام خاندان سے مجھ سے قدیم مراسم چلے آتے ہیں۔ اُن کے والد ماجد مجھ سے خاص محبت کرتے تھے۔ اثر تقریبًا میرے ہم عمر ہیں اور بچپنے سے اُن سے ملاقات ہے

اس بات کے اظہار میں انکسار کی ضرورت نہیں کہ اثر مجھ سے مشورہ سخن کرتے ہیں اس لیئے میں اُن کی زیادہ تعریف خودستائی پر محمول کرتا ہوں لیکن کسی کے حقیقی اوصاف پر پردہ ڈالنا اخلاقی کمزوری ہے۔ آثر کو حسن فطرت نے سنوارا اور ذوق سلیم نے مشکلات فن میں رہنمائی کی۔ میں بھی مشورہ سخن میں شریک رہا۔ اُنکی طبیعت کا اندازہ کرکے میں اُن سے اکثر شعر کہنے کی فرمائش کیا کرتا تھا ادھر اُن کے ہمسایہ میں نواب علی حسن خاں مرحوم (نواب آغا محمد جعفر حسین خاں صاحب کے بڑے صاحبزادے جنکا چپ تعزیہ مشہور ہے) اصرار کرتے رہتے تھے۔ اسطرح اُنکی شاعری کا نشو و نما ہوا۔ سب سے پہلے غزل جو اُنھوں نے مشاعرے میں پڑھی اُسکے دو شعر یہ ہیں :۔

دیکھ اے جذب محبت وہ زمانہ آیا	قصہ گو اب مرا افسانہ کہا کرتے ہیں
دلمیں طوفاں اُٹھائینگے یہ قطرے اکدن	قہر کرتے ہیں وہ آنسو جو پیا کرتے ہیں

اسکے بعد معیار کے بڑے بڑے مشاعروں میں شریک ہوتے رہے اور

اساتذہ سخن سے خراج تحسین وصول کیا۔

اثر نے فن عروض حاصل نہیں کیا مگر اپنے استقامت طبع سے اکثر غیر متداولہ بحور میں بھی روانی سے نظم کر لیتے ہیں۔

خصوصیات کلام — اثر کو شعر گوئی کا شوق تو ابتدائے سن شعور سے تھا مگر بہت کم کہنے کا اتفاق ہوا اُن کی شاعری کا ارتقا صرف پانچ سال کے عرصہ میں ہوا۔ اثر کا کلام حسن وعشق کے جذبات کا آئینہ ہے ابتذال اور سوقیانہ انداز بیان سے پاک وصاف۔ فلسفہ اخلاق تصوف معرفت کی جھلک بھی اکثر اشعار میں ہے متانت وسنجیدگی سادگی قدم قدم پر نمایاں ہے

تنقید وانتخاب کلام — کلام پر تنقید اور ہر شاعر کی خصوصیات کا انکشاف دشوار کام ہے خصوصاً میرے لیے جس کو فرصت عنقا ہے تاہم ایک سرسری نظر اثر کے مجموعی کلام پر ڈالتا ہوں

اثر نے میر کا کلام نہایت دقیق نظر سے دیکھا نہ صرف دیکھا بلکہ اُس کی پیروی اور تقلید کی بھی کوشش کی اور کہیں کہیں اُن کو کامیابی بھی ہوئی ذیل کے اشعار اس ثبوت میں پیش کیے جا سکتے ہیں۔

عاشقانہ — رات کو ہوک دل میں ایسی اُٹھی — اِک گرہ رہ گئی جہاں دل تھا

ہوک اُٹھنے سے دل کا فنا ہو جانا اور بجائے دل صرف ایک گرہ رہ جانا لطیف اور غیر معمولی بات ہے۔ ہوک سے گرہ پڑنا تو نئی بات نہیں ہے۔

سید انشاءاللہ خاں انشاؔ نے بھی اِسی کو مضمون کو کہا ہے۔

گرہ حسرت کی ہر تارِ نفس میں پڑ گئی جس سے یہ کیسی ہوک ہر دم اے دل پر درد اُٹھتی ہو

مگر انشاؔ نے مبالغہ سے کام لیا آتشؔ نے دل ہی کو گرہ بنایا یعنی درد عشق سے دل اِک عقدۂ مالاینحل ہو کر رہ گیا۔

| عاشقانہ | وہ گذرا ادھر سے جو بیگانہ وار چراغ لحد جھلملانے لگا

شاعری اعجاز ہے غیر ذی روح چیزوں سے روحانی قوتوں کا کام لیتی ہے زبان بیزبانی سے خدا جانے کیا کچھ حقیقت بیان کر جاتی ہے اُس کے بیگانہ وار گذرنے سے چراغ لحد اسقدر متاثر ہوا کہ جھلملانے لگا۔ اِس جھلملانے پر سیکڑوں دلوں کی بیتابی ہزاروں بسملوں کا رقص اور لاکھوں بجلیوں کی تڑپ قرباں کیجا سکتی ہے۔ ایک بیتابی کا پہلو دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جب وہی ادھر غیروں کی طرح گزرتا ہے تو اب چراغ لحد کا بجھ جانا ہی مناسب ہے کِس کے لئے روشن رہے

| عاشقانہ | لیلیا دل مڑ کے نہ دیکھا ادھر جاؤ تمھارا ہی بھلا ہو گیا

دل دینا تو خود ہی مقصود تھا مگر طرز ادا نے استغنا اور اُنکی دلجوئی دونوں کو مدنظر رکھا۔

| آغاز و انجام | آہ کس سے کہیں کہ ہم کیا تھے سب یہی دیکھتے ہیں کیا ہیں ہم

دونوں مصرعے آغاز و انجام کی تصویر ہیں۔ ظاہر مطلب تو یہ ہے کہ عشق نے

ہم کو اب خستہ حال کر دیا ہے مگر حقیقت میں یہ شعر انسان کی اُس عظمت کو ظاہر کر رہا ہے جو ازل سے اُسمیں ودیعت کی گئی ہے۔ دوسرا مصرع اپنے تنزل کا ایک مرثیہ ہے

شوقِ منزل | یا اب سجدے کروں دل کو سنبھالوں یا بڑھوں آگے نظر آتا ہی کوسوں سے کسیکا آستاں مجھکو

اس شعر مین جذبۂ حقیقی کی تصویر جس خوبی سے کھینچی ہے اُس کی لذت ایسکا دل محسوس کر سکتا ہے جس کو زحمت و اندوہ سفر کے بعد منزل مقصود دور سے دکھائی دے اُسوقت کی مسرت و کیفیت کا کیا پوچھنا اُس عالم بیخودی مین وہ کہتا ہے کہ اب سجدے کرون یا اپنے بیتاب دل کو سنبھالون یا اسقدر فاصلہ طے کرون۔

جانکاہی عشق | روگ ہین جان کو دنیا بھر کے ہمتو پچھتائے محبت کر کے

گو عشق کا مذاق بلند اس کا متحمل نہین کہ محبت کے بعد اظہار ندامت ہو مگر ہجوم مصائب سے انسان کبھی اکتا ہی جاتا ہے اِسکے علاوہ عشق کی جانکاہیونکی عظمت بھی اس سے ثابت ہوتی ہے آخر غزل مین رنگ دہلی کے اتباع کی کوشش کرتے ہین۔ مگر کبھی کبھی حب وطن لکھنو کے رنگ پر بھی کھینچ لاتا ہے لیکن اُس رنگ مین بھی انداز دلکش ہوتا ہے۔

عاشقانہ | جھلملاتے ہوئے تارے کیا ہین سلگیے پھول ترے بستر کے

سنو رسنے والے ایسی بھی کوئی تدبیر ممکن ہے کہ تجکو دیکھ لون جی بھر کے دلسے بیخبر ہو کر

شوق آرائش گیسو کا نتیجہ یہ تھا آئینہ خانہ مین لیتے ہین بلائین اپنی

ضبط عشق

ہر سمت سے بلند ہے آواز درد درد خاموش مین ہون میرے کلیجے مین درد تھا

درد ایک غیر مرئی اور غیر مادی چیز ہے مگر اثر نے درد کا مجسمہ نگاہون مین سامنے پیش کر دیا۔ اور اسکا اثر ایسا عالمگیر ثابت کیا کہ تمام دنیا ایک مرتبہ چلا اٹھی کہ درد، درد مگر اللہ ری عاشق کی خودداریِ عشق اور ضبط وتحمل کہ وہ منھ سے کچھ نہین کہتا حالانکہ یہ قیامت اسی کی برپا کی ہوئی ہے شعر کا اسلوب بیان کسقدر بدیع ہے۔

معرفت

مسجدون اور خانقاہون کا تماشا دیکھکر مین پھرا دلکی طرف شکر خدا کرتا ہوا

مضمون تو ایسا فرسودہ ہے کہ غالبًا ہر شاعر نے کہا ہو گا مگر انداز بیان نے اسکو بالکل نیا کر دیا ہے۔ "شکر خدا کرتا ہوا" اس فقرہ میں انتہاے بلاغت ہے

آغاز و انجام عشق

ابتدا و انتہاے عشق مین اتنا ہی فرق پہلے دل مین درد تھا اب درد بڑھکر دل ہوا

اب دل دل ہی نہیں بلکہ ہمہ تن درد ہو گیا

حیرت و محویت

مین اُنکے جلوونکا آئینہ ہون وہ میری حیرت کا آئینہ ہین جہان عالم ہو محویت کا سوال کیسا جواب کیسا

وہ آئے حال پوچھا اُٹھ گئے کب کے خفا ہو کر مین ابتک یہ سمجھتا ہون مرے پہلو مین بیٹھے ہین

حیرت و محویت کی دو بینظیر تصویرین ہین۔

مبالغہ

وہم ہے ہستی بیمار فراق ایک پرچھائیں سی ہے بستر پہ

مبالغہ تخیل کے حسن کو برباد کر دیتا ہے عاشق کی لاغری اور ناتوانی کو

تقریباً شعرا نے مختلف پہلوؤن سے کہا ہے مثلاً :-

"کہو تو لیٹ رہون ایک تار بستر پر"

یا فارسی کے یہ اشعار :-

تنم از ضعف چنان شد کہ اجل جست و نیافت   نالہ ہر چند نشان داد کہ در پیرہن است

فراق یار چنان زار و ناتوانم ساخت   کہ چند بار اجل آمد و مرا نشناخت

گشتم چنان ضعیف کہ در چشم عنکبوت   صد بار خانہ کردم و اورا خبر نبود

لیکن مبالغہ کا لطف یہ ہے کہ بظاہر ممکن الوقوع معلوم ہو اثر کے شعر مین مبالغہ ضرور ہے مگر ادا اس اسلوب سے ہوا ہے کہ بظاہر امکانی صورت نظر آتی ہے

عظمت نوع انسانی

منتشر تھیں جلوہ آرائے ازل کی قوتیں   شوق خود بینی مین یکجا ہو کے انسان ہو گئین

تخئیل کی بلندی حقیقت سے دوش بدوش ہو گئی احببت ان اعرف نخلقت الخلق شاعرانہ لباس مین یہ مضمون کس قوت سے ادا ہوا ہے۔ قبل خلقت عالم قدرت کی تمام قوتین مختلف حیثیت سے جلوہ نما تھیں لیکن مشیت میں یہ گذرا کہ یہ مجموعی طاقتین جو منتشر ہین یکجا ہو کر ایک پیکر میں جلوہ گر ہون جب جمع ہوئین تو وہ مجسمہ انسان کی صورت مین نظر آیا انسان تمام صفات الٰہی کا مجموعہ ہے انسان ہی مین وہ اپنے تجلیات مشاہدہ کر رہا ہے اِس لئے ذوق خود بینی

اس بیت مین اک آئینہ لگا ہوا ہے۔ اِس شعر نے انسان مکمل کی عظمت اور اسکی قوتوں کا انکشاف کیا ہے جو طاقتیں اُسمیں ودیعت کی گئی ہیں وہ کسی مخلوق میں نہیں یہاں تک کہ ملائک سے بھی اِس پیکرِ خاکی کو فضیلت دیگئی اخلاقی حیثیت سے انسانی معراج تکمیل صفات ہے جو بہت دشوار ہے اسیطرف غالبؔ نے بھی اشارہ کیا ہے:-

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا　　آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

دوسرے شعر میں اس بات کو صاف کر دیا ہے۔

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند　　گستاخیِ فرشتہ ہماری جناب میں

اسی قبیل کے چند شعر اور ہین

(۱) میں نہوں تو وہم باطل دہر ہے　　اس پریشان خواب کی تعبیر ہوں

(۲) وہ معما ہوں کہ جس کا حل نہیں　　خود گرہ خود ناخن تدبیر ہوں

(۳) بتائیں کیا کہ عدم سے جہاں میں کیوں آئے　　نشانیوں کی ضرورت تھی بے نشاں کے لئے

دنیا ایک خواب پریشان ہے جسکی تعبیر انسان ہے اگر فہرست موجودات مین انسان کا نام نہوتا تو دنیا محض وہم باطل تھی۔

دوسرے شعر میں انسانی ہستی کا کس قدر عمیق فلسفہ ہے انسان کی ہستی کا حل آسان نہیں تحقیق روح میں زمین آسمان ایک کر دیئے گئے مگر قطعی کوئی فیصلہ نہو سکا مگر اس پیکر خاکی نے اپنی شان کا ثبوت اپنے انکشافات سے خود دیا ::

اور اپنے عقدۂ مالاینحل کو ناخن تدبیر سے خود کھولا۔

عاشقانہ | اک حرف آرزو کا منہ سے نکل گیا تھا — وہ بن گیا جہاں میں افسانۂ محبت

عشق کی معنی آفرینی نے ایک حرف کو داستان عشق بنا دیا۔

بے ثباتی | زندگی ایک خواب تھی خواب ہی میں بسر ہوئی — کھلتے ہی آنکھ بند تھی کچھ نہ کھلا کہ آئے کیوں

عالم کی بے ثباتی کا نقشہ سادہ لفظوں میں دکھایا ہے۔

خیالات کی بلند پروازی دیکھئے

حقائق | خواب کی طرح مجھے یاد ہے پیمانِ الست — یوں ہی شاید کسی عالم میں ملاقات بھی ہو

یوں فنا ہو غم دوری میں دل درد نصیب — کہ تری خاک تجلی گہِ آیات تو ہو

حسن کے جلووں کی غایت عشق ہے — مدعا ہے اے دلِ آگاہ تو

حسن کی خشک زنی ہے مانع اظہار ورد — ورنہ ہر تار نفس برقِ تجلّی پوش ہے

وہ ملا جب تو وہ ہمیں نہ رہے — عشق میں وصل بھی جدائی ہے

فلسفہ حیات کو دو مصرعوں میں جس انداز سے بیان کیا ہے وہ یقیناً اہل دل سے خراج تحسین وصول کریگا۔

اک دوسرے جہاں کی ہے تمہید زندگی — اور زندگی کا راز دل نوحہ گر میں ہے

دنیا کی زندگی دوسرے عالم کی تمہید ہے اور زندگی کا راز یعنی فنا رونیوالوں کے دلوں میں ہے

جذبہ حب وطن

حب وطن | لائی ہے بادِ صبا خاکِ وطن غربت میں غازۂ رنگِ شکستہ اسے ہو لینے دو

غرورِ جاہ وحشم اخلاقاً بدترین خصائل انسانی ہے اسکو کس خوبی سے ادا کیا ہے

اخلاقی | وہ ہے صرف رحم کا مستحق جسے پیس ڈالا زمانہ نے مگر اُسکو خوب ستاویئے جو غرورِ جاہ وحشم کرے

تقدیر کے لکھے کو کون پڑھ سکتا ہے اس خیال کو کیا لباس پہنایا ہے۔

نوشتہ تقدیر | چند سطریں نظر آتی ہیں جو بابین جبیں کوئی سمجھائے ان آیات کی تفسیر مجھے

اپنے تصفیہ کی خواستگاری کس مؤثر طریقہ سے کی جاتی ہے

عاشقانہ | پھر تمھیں فرصت نہو یا میں ہی آپے میں نہوں یہ بتاتے جاؤ میرے حق میں کیا منظور ہے

مذاق تصوف، پہلوے رشک، عشق کی بلند نظری دیکھئے

تصوف | ہوش میرے اُڑ گئے جب یہ سنا حشر ہے دیدار اُن کا عام ہے

طولِ اسیری | مدت اسیری کو کس درد انگیز طریقہ سے بیان کیا ہے

وطن افسانہ تھا جب ہم اسیران کہن چھوٹے چمن ویرانہ تھا جب ڈھونڈتے ہم آشیاں آئے

مقصد حیات وممات — فلسفہ حیات وممات کو کس سہل ممتنع طریقہ سے ادا کیا ہے۔

جینے کیلئے مرنا مرنے کیلئے جینا — آساں ہے آساں تھا مشکل ہے یہ مشکل تھا

عاشقانہ — داستان عشق طولانی تھی اس کا اختصار دیکھئے۔

نہ مجکو تاب گویائی نہ انکو ذوق شنوائی — ہوا ختم ایک آنسو پر فسانہ مختصر ہوکر

لذت اضطراب

تڑپائے جا مجھے یونہیں کچھ دیر ابھی کہ ہے — اک شائبہ سکون کا درد اضطراب میں

شاعر انتہائے ندامت سے معذرت کرتا ہے کہ مجھ سے ایسی شرمناک خطائیں ترے حضور میں سرزد ہوئے ہیں جنکا اعادہ میں نہیں کرسکتا تو جنت میں بھیجدیا دوزخ میں جلا تیری رضا پر راضی ہوں۔ اس مضمون کو کس قدر مؤثر اور صاف طریقہ سے ادا کیا ہے۔

تیری مرضی ہو جہاں بھیجدے اے داور حشر — مجھ سے دہرائی نہ جائینگی خطائیں اپنی

اثر کی نجات کیلئے یہ شعر کافی ہے۔

بخیال طوالت اشعار کی لطافت زیادہ نہ لکھ سکا پھر بھی مقدمہ بڑھ گیا

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

یکم اکتوبر ۱۹۲۴ء — عزیز
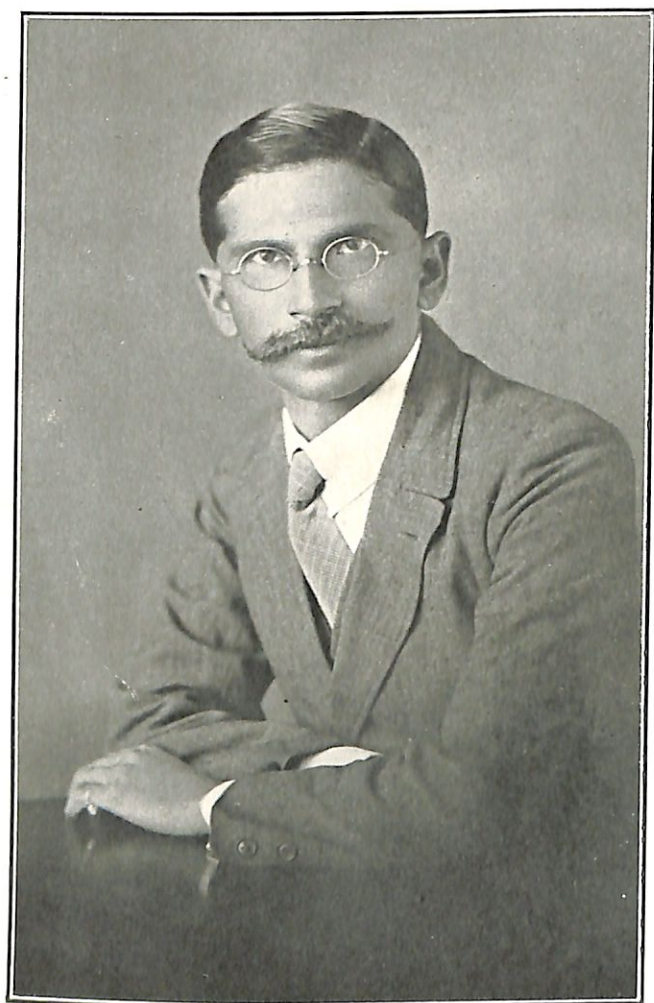
JAFAR ALI KHAN, ASAR.

اثرؔ ہے نام، وطن لکھنؤ، عزیزؔ اُستاد،
نکالتا ہوں نئے راستے زباں کیلئے

اثر اتنا تو ہو یارب ہمارے جذب پنہاں کا ۔۔۔ کہ دل میں کھنچکے در آئے ہر اک تیر اسکی مژگاں کا

نہ دکھلائے خدا دشمن کو بھی یہ منظر حسرت ۔۔۔ نکلنا دل سے پیکاں کا تڑپنا میرے ارماں کا

نہ کر تشریح ذرات اسقدر اے شوقِ بیتابی ۔۔۔ بہت مشکل ہے ملنا دل کے اجزائے پریشاں کا

گریباں چاک سر پر خاک ہاتھوں میں لئے پتھر ۔۔۔ عجب پُر درد منظر ہے جنونِ فتنہ ساماں کا

یہ کھنچی ہیں کیسی کیسی صورتیں اُن مٹنے والوں کی ۔۔۔ مرا دل ہے مرقّع حسرت گورِ غریباں کا

انھیں کے دور میں چھلکا ہے پیمانہ ترقّی کا ۔۔۔ بہت ممنون ہے اُردو ادب حامد علیخاں کا

ع ۵ حامد علی خان صاحب حامد مرحوم - بیرسٹر ایٹ لا - لکھنؤ میں جن کی ذات

کتاب سخن کی شیرازہ بند تھی آخر

فرقت میں سوزِ غم کا یہاں تک وفور تھا
جو آبلہ تھا ایک دلِ ناصبور تھا

دکھلا رہا تھا حُسنِ تجلی ظہور کی
آنکھوں میں نور تھا مرے دلمیں سرور تھا

محشر سے یوں چلے ہیں گنہگار جرم عشق
گویا انھیں میں بٹ گیا جتنا غرور تھا

دیکھا جو اشکبار تو کچھ مُسکرا دیا
اُس بیوفا کو پاس ہمارا ضرور تھا

اہلِ وفا جواب دیں کیوں سر جھکائے ہو
اُسکا قصور تھا کہ ہمارا قصور تھا

صد شکر اُس نے دل کو اثر کے مٹا دیا
یہ آبلہ بھی ایک سَر پُر غرور تھا

یارب! وہ کون دل تھا کہ مجبور ہو گیا
ہر ذرّہ جسکی خاک کا منصور ہو گیا

جسطرح ماہتاب ہو آغوشِ ابر میں
یوں دل کسی کے حُسن سے معمور ہو گیا

تارے ہیں آبدیدہ خموشی ہے چار سو
چہرہ مریضِ ہجر کا بے نور ہو گیا

ٹانکے اُدھیڑنے میں عجب لطف ہے اثر
ہر زخم دل میں سو جگہ ناسور ہو گیا

تیری طلب نے درد کو درماں بنا دیا
دشواریوں کو زیست کی آساں بنا دیا

ٹپکا جہاں جہاں یہ مرا خونِ آرزو
عبرت نے اُسکو گنجِ شہیداں بنا دیا

دل کو جو ایک فرد بیاضِ ازل میں تھا
خوبی نے انتخاب کی دیواں بنا دیا

دل میں ہے درد درد میں اک لذتِ خلش
آزارِ عشق نے مجھے اِنساں بنا دیا

سوزِ دروں نے بڑھ کے بامید شرحِ شوق
دل کو اثر کے رشکِ چراغاں بنا دیا

وفورِ ضعف میں ہی سامنا مشکل ہی مشکل کا　　اُٹھانا اک قدم کا مجھکو طے کرنا ہی منزل کا

ادھر انگڑائی لی اُسنے رگِ جاں یہ طرف ٹوٹی　　یہی منشا تھا قاتل کا یہی ارمان بسمل کا

میں وہ کشتی شکستہ ہوں کہ جسکو بحرِ ہستی میں　　حوادث نے بنایا ہے نشانہ موجِ ساحل کا

وہ دل ہوں جسکے ذرّے اُڑ رہے ہیں کوبجانیں　　صحیفہ تھا کبھی مجموعۂ جذباتِ کامل کا

مری آشفتگی باعث ہوئی تزئینِ مجلس کی　　اُڑا جب رنگ رُخ میرا جما رنگ اُنکی محفل کا

ہزاروں زینتوں سے ہو گئی آراستہ محفل　　پتا ملتا نہیں لیکن کسی کو میرِ محفل کا

قفس میں دل پھڑکتا ہی اثر جب یاد آتا ہے　　قریب اپنے نشیمن کے چہک اُٹھنا عنادل کا

دورِ ساغر جو کسی بزم میں چلتے دیکھا　　چشمِ نیرنگ کو سو رنگ بدلتے دیکھا

ہمیں محروم ہیں اک جام سے اللہ اللہ　　دَور پر دَور تری بزم میں چلتے دیکھا

چھُٹ گیا ہاتھ میں جسکے ترا دامن آکر　　پھر تو اُسکو کفِ افسوس ہی ملتے دیکھا

جن خیالات سے ہو جاتی ہی وحشت دونی　　کچھ اُنھیں سے دل دیوانہ بہلتے دیکھا

جسکے تلووں سے اثر ملتے رہے ہم آنکھیں　　اُسکو افسوس کلیجا ہی مسلتے دیکھا

دل جسے کہتے ہیں مرا دل تھا　　یادگارِ نگاہِ قاتل تھا

ضبط دیوانگی میں مشکل تھا　　جذبِ صادق تھا شوق کامل تھا

دُرِ مقصود کیا یہاں ملتا　　بحر سمجھے تھے جسکو ساحل تھا

تجھکو دیکھا جدھر نظر اُٹھی　　یعنی اپنا ہی میں مقابل تھا
نگہِ شوق اس طرح اُلجھی　　اُسکو گیسو بنانا مشکل تھا
عشق کی جان پردہ داری ہے　　شوق مجنوں حجابِ محفل تھا
بیقراری ہے دلفگاری ہے　　کیا یہی زندگی کا حاصل تھا
ہائے رے تیری جستجو کا فریب　　ہر قدم پر گمانِ منزل تھا
رات کو ہوک ایسی دل میں اٹھی　　اک گرہ رہ گئی جہاں دل تھا
شعر آخر کہ ہے عطیہٗ خاص　　اثرؔ اعجازِ میر کامل تھا

غش ہجر میں کب موت سے بدتر نہوا تھا　　یہ حال مگر اے دل مضطر نہ ہوا تھا
اے خوابِ اجل قدر میں کیونکر کروں تیری　　آرام کبھی مجھکو میسّر نہ ہوا تھا
فریاد! تری گرمیِ نظارہ نے پھونکا　　وہ دل جو ابھی رشکِ گل تر نہ ہوا تھا
کیا لذتِ دیدار ہے ہر بار یہ سمجھا　　گویا کبھی دیدار میسّر نہ ہوا تھا
ہم خاک نشینوں کی روش سب سے جدا ہے　　طالب ہیں اسی کے جو مقدّر نہ ہوا تھا
کیوں پیار سے دیکھا دلِ مجروح اثرؔ کو　　یہ لطف و کرم پہلے تو اُس پر نہ ہوا تھا

وہ بُت عجیب شان سے جلوہ نما ہوا　　جو محو ماسوا تھا وہ محوِ خدا ہوا
آیا جہاں میں کس لئے میں کیا تھا کیا ہوا　　بھولا ہوا خیال ہوں نقشہ مٹا ہوا

تو وہ فلک جناب ہے خورشید صبح و شام
آتا ہے بہرِ سجدہ زمیں ناپتا ہوا

دب دب کے آگ اور زیادہ بھڑک اُٹھی
مجھکو سکون جب ہوا سودا سوا ہوا

دیوانہ وار ڈھونڈتا پھرتا ہوں میں کسے
تھا کون جو الست میں مجھ سے جُدا ہوا

اسدرجہ شوق دل نے کیا مجھکو بیخود اس
اُس سے کہا وہی جو تھا اُسکا کہا ہوا

کیا دن تھے جبکہ داغ جگر بھی تھے شعلہ ریز
اب دل ہے یا چراغ سحر ہے بجھا ہوا

ٹھہرو تو خدا کے لئے دم تو لینے دو
کعبے سے آرہا ہوں ابھی میں تھکا ہوا

اک شعلہ دل سے اُٹھکے وہیں دل میں رہ گیا
میں حیرتیِ عشق نہ سمجھا کہ کیا ہوا

اُسکی نگاہ اُٹھ گئی دل خاک ہو گیا
یہ ضبطِ نالہ میرے لئے کیمیا ہوا

میں وہ فریب خوردۂ شوقِ وصال ہوں
آئے جو موت سمجھوں کہ وعدہ وفا ہوا

خوش ہو دل حزیں کہ قضا لائی ہے پیام
اِک آسماں ہے زیرِ زمیں بھی چھپا ہوا

چھیڑا جو میں نے قصۂ سوزِ غمِ فراق
خورشید حشر ڈوب گیا کانپتا ہوا

کیا روئے پھوٹ پھوٹ کے تارے تمام رات
دیکھا جو آبلہ مرے دِل کا بھرا ہوا

دل نے کیا مجھے دلِ عالم سے روشناس
اب میں ہا رہا نہ رہا بھی تو کیا ہوا

میں گلفروش سینۂ صد چاک ہوں آثر
آہِ سحر میں خون ہے دل کا ملا ہوا

گر یوہیں دل کو مرے کوئی مسلتا جائیگا
دیکھ لینا رنگ عالم کا بدلتا جائیگا

عشق کی آسانیاں دشواریوں سے کم نہیں
دل بگڑتا جائے گا جتنا سنبھلتا جائیگا

خون اک عالم کا اک دن رنگ لائیگا ضرور
تو جدھر جائیگا ظالم ہاتھ ملتا جائیگا

نزع میں جب ہم سنینگے تیری باتیں پیار کی
دل ٹھہرتا جائیگا اور دم نکلتا جائیگا

ضبط گریہ پر بہت بھولے ہوئے ہو تم آثر
خون دل کھولیگا آنکھوں سے اُبلتا جائیگا

شوق میں سُن ہو گیا تھا دل ترے نخچیر کا
ورنہ سینہ تان کریں زخم کھاتا تیر کا

خط کو رکھکر سامنے جو شکر کے سجدے کئے
کھنچ گیا ماتھے پہ نقشہ آپ کی تحریر کا

رخصتِ گفتار ہے اور طاقتِ دیدار ہے
آپ سے بڑھکر ہوں شیدا آپکی تصویر کا

منقلب جو قبر ہے جو کاسۂ سر چور ہے
کارنامہ ہے جفا و جورِ چرخ پیر کا

دل سراپا آرزو تھا اب سراسر درد ہے
وہ عمل تدبیر کا تھا یہ لکھا تقدیر کا

حسرتِ دیدار اسیری میں بھی اتنی ہو آثر
چشمِ حیرت زا ہے ہر حلقہ مری زنجیر کا

عدم سے دارِ فانی میں دل مشکل پسند آیا
مسافر کو خیالِ دوریِ منزل پسند آیا

جہاں معمور ہے جلووں سے لیکن کیا تماشا ہے
نگاہِ ذوق پیما کو دلِ بسمل پسند آیا

ندا آئی جھکا جب سر ہجوم نامرادی میں
یہ طرز خواستگاری ہمکو اے سائل پسند آیا

حیات و مرگ عاشق ایک مد و جزر ہے دل کا
کبھی دریا پسند آیا کبھی ساحل پسند آیا

جفا و جور کے طالب ہوئے بیزار جینے سے
تمھیں بھی کچھ آثر کے قتل کا حاصل پسند آیا

شعبدہ دیکھو آثرؔ حسنِ ستم بنیاد کا — عشق رسوا ہو گیا اور نام ہو فرہاد کا
دے رہے ہیں ضبط پر مژدہ مبارکباد کا — امتحاں منظور ہے شاید دلِ ناشاد کا
تیرے پیمانِ وفا کی تاب لاتا کس طرح — دل جو خوگر ہو چکا تھا لذتِ بیداد کا
عشق کو میں نے چھپایا غیر نے ظاہر کیا — مستحق میں وار کا ہوں وہ مبارکباد کا
بعد اسکے حشر میں کیا دادخواہی کا مزا — وہ جفا پیشہ ہمیں سے جب ہے طالب داد کا
قتل کی لذت میں شامل حسرتِ دیدار تھی — آنکھ بھر کر دیکھنا کافی ہوا جلاد کا
خوف ہے اپنی حقیقت کو نہ بھولوں عشق میں — بھولنا ہی مصلحت ہو دل سے تیری یاد کا
جب سے کانوں نے سنی ہو وہ صدائے دلنواز — عالمِ تقریر پردہ ہے مری فریاد کا
اب نگاہِ لطف کا آہوں سے دیتا ہوں جواب — یا کبھی قائل نہ تھا بیداد پر فریاد کا
سن کے تیری یہ غزل خوش ہیں عزیزؔ[1] خوشنوا — عرض کر دے اے آثرؔ سب فیض ہو استاد کا

اِک ناتواں کے ضبط کی تاثیر دیکھنا — کچھ اور جھک گیا فلکِ پیر دیکھنا
جنبش لبوں کو کیا ہوئی ساغر چھلک گیا — پُر کیف ہے شراب سی تقریر دیکھنا
یہ شغل رہ گیا ہے شبِ انتظار میں — مشرق کی سمت یا تری تصویر دیکھنا
جاری شکست و ریخت ہے قصرِ حیات کی — کمزور کسقدر ہے یہ تعمیر دیکھنا

---

[1] لسان الہند جناب مولانا مرزا محمدؐ ہادی صاحب عزیز لکھنوی مدظلہ ؛

رکھتا نہیں ہی پاؤں زمیں پر وہ ناز سے
عرض نیاز عشق کی تاثیر دیکھنا

جب اُسکو دیکھتا ہوں نہیں دیکھتا اُسے
وارفتگیِ شوق کی تاثیر دیکھنا

مجھ کو سزا ملی ہے یہ قیدِ حیات میں
دن رات مرگ و زیست کی تفسیر دیکھنا

گھولا ہے زہر جام سے مئے خوشگوار میں
سُرمے کی چشم مست میں تحریر دیکھنا

لے گیا با تو نمیں دل وہ بتِ پرفن کیسا
سادہ لوحی یہ مری ہنستا ہے دشمن کیسا

شاہدِ صُبح نے ہنسکر جو ذرا دیکھ لیا
کوہ و صحرا پہ پھٹا پڑتا ہے جوبن کیسا

ہم اسیروں کو خوشی کیا ہو جو آئی ہو بہار
دیکھ سکتے نہیں گلشن کو نشیمن کیسا

ذرّے ذرّے سے یہ عبرت کا سبق ملتا ہی
ہڈیاں تک نہ سلامت رہیں مدفن کیسا

شامِ غربت بھی ہی ویرانہ بھی تنہائی بھی
اور ناکامیِ دل! چاہیئے مسکن کیسا

کشتِ اُمید پہ برسے جو ترا ابرِ کرم
موتیوں سے میں بھروں جھولیاں دامن کیسا

مشغلے سب ہیں یہ جمعیتِ خاطر کے اثر
دل ہی قابو میں نہیں نالہ و شیون کیسا

خلقتِ عشق ہوئی درد کا درماں نکلا
حجلۂ برق سے دل سوختہ ساماں نکلا

آئی قبروں سے نحیف ایک صدا ماتم کی
وہ جو شرمندہ سوئے گورِ غریباں نکلا

عیش و آرام کا سمجھا تھا وسیلہ جسکو
میری محرومیِ قسمت کا وہ ساماں نکلا

عشق بھی کم نہیں کچھ حسن سے نیرنگی میں
دل کو آباد سمجھتے تھے بیاباں نکلا

وصل کہتے ہیں جسے ہو وہی آغازِ فراق — عیش آلودۂ صد حسرت و ارماں نکلا
ہائے وہ ہاتھ نہ پہونچا جو ترے دامن تک — ہائے وہ دل کہ نہ جسکا کوئی ارماں نکلا
دیکھ سکتا ہے تجھے کون جب اے پردہ نشیں — ایک عالم تری تصویر کا حیراں نکلا
دلِ خوں گشتہ کی تشریح نہ کر اے ظالم! — ورنہ دیکھے گا کہ ہر قطرہ میں طوفاں نکلا
مشکلیں عشق کی آساں ہوئیں اس طرح آخر — گریۂ شوق میں سوزِ غمِ پنہاں نکلا

مرے ہیں کس پہ کسی کو گماں نہیں ہوتا — مذاقِ عشق ہمارا عیاں نہیں ہوتا
تمھیں ہو رونقِ گلشن تمھیں ہو رنگ بہار — مگر کسی کو تمھارا گماں نہیں ہوتا
تم آئینہ کی طرف غور سے کبھی دیکھو — ہمیں جو مدِّ نظر ہے بیاں نہیں ہوتا
شکستہ دل ترے جو وقت آہ کرتے ہیں — کبھی زمیں تو کبھی آسماں نہیں ہوتا
وہ رات بھیگی ہوئی وہ کراہنا میرا — ہر ایک وقت تو ایسا سماں نہیں ہوتا
مگر اثر ہے خفا تجھ سے او بتِ خود بیں — شریکِ بزم جو وہ نوجواں نہیں ہوتا

نیازِ عشق جو منت کشِ دعا ہوتا — کسی کا لطف بھی اک ظلمِ نا رَوا ہوتا
بساطِ عشق میں اک دل تھا آہ وہ نہ رہا — ہمارے پاس جو ہوتا بھی دل تو کیا ہوتا
جلائے سوزِ محبت نے کر دیا برباد — یہ دل تباہ نہ ہوتا تو کیمیا ہوتا
وہ نامراد ہوں ترتیبِ شئے بدل جاتی — روا نہ ہوتا جو مطلب کبھی روا ہوتا

بہک کے نشہ میں مسجد کو سمجھا میخانہ — غضب ہوا تھا مرا سر ہی جھک گیا ہوتا

یہ بت بھلاتے ہیں طائف کو کیوں حرم کی راہ — خدا سے دور نہوتا جو با خدا ہوتا

یہ کیف کیسا ہی آنکھو نمیں آج اے ساقی! — کہ میرے ہاتھ سے ساغر ہی چھٹ گیا ہوتا

اثر یہ عشق تمھارا سمجھ میں کیا آئے — کبھی تو حال دل اُس شوخ سے کہا ہوتا

الجھن تھی دلمیں اور نفس لب پہ سرد تھا — جو سانس آ رہی تھی وہ پیغام درد تھا

ہر سمت سے بلند ہے آواز درد! درد! — خاموش میں ہوں میرے کلیجے میں درد تھا

حرکت میں اس کی اور تپاک میں نہیں ہے فرق — ثابت ہوا کہ دل کا ہیولیٰ ہی درد تھا

بسمل کی چال جسم میں رعشہ جگر طپاں — میں عمر بھر رہین ستمہاے درد تھا

اب میں ہوں اور حسرت ناکامی وصال — یا ہر نفس میں شان محبت تھی درد تھا

دیکھا جو تم کو نزع میں نیند آگئی مجھے — ہاں اسکے پیشتر مری رگ رگ میں درد تھا

تم بھی تو دیکھو کس کی یہ میت ہمراہ ہیں — سب کہہ رہے ہیں اسکے کلیجے میں درد تھا

حیرت نے سب حجاب خودی کے اُٹھا دیئے — لرزاں ہر ایک حسن کے پرتو میں درد تھا

اب اُس سے ایک داغ فسردہ ہی یادگار — وہ دل کبھی جو مطلع انوار درد تھا

جلوہ دکھا کے پردے میں روپوش ہو گیا — وہ شوخ برق خرمن صد ہوش ہو گیا

جدت طرازیاں نگہ تیز تیز کی — نظارہ بزم ناز میں گلپوش ہو گیا

اس رشک کا بُرا ہو کدھر جاؤں کیا کروں — عالم تمام حُسن کا آغوش ہو گیا

وہ دل کا حال پوچھتے تھے چھیڑ تھی فقط — دیتا جواب کیا اُنھیں خاموش ہو گیا

قاتل کو سونپ کر دل نا آشنائے ضبط — اندوہ عشق سے میں سبکدوش ہو گیا

بلبل سے کہہ رہا تھا میں افسانۂ حبیب — گل فرطِ شوق سے ہمہ تن گوش ہو گیا

اک سیل برق تھی دل مضطر پہ جلوہ پاش — اتنا ہے صرف یاد کہ بیہوش ہو گیا

غربت میں یاد آئے حریفانِ میگسل — رنگِ شکستہ بادۂ سرجوش ہو گیا

جب تک تھا ہوشیار مجھے کچھ نہ ہوش تھا — کچھ ہوش آچلا تھا کہ بیہوش ہو گیا

انگڑائی تیری سحر تھی اے جانِ آرزو — دل اک محیطِ نور کا آغوش ہو گیا

ہم عاصیوں کو ناز ہے رحمت پہ اے کریم — تو عقل و ہوش دیکھے خطا پوش ہو گیا

پوچھا اثر سے میں نے جو دل کا معاملہ — اک آہِ سرد کھینچ کے خاموش ہو گیا

بیتابیوں نے آہ گنہگار کر دیا — جذبات دل سے اسکو خبردار کر دیا

اے موت اکس زباں سے ترا شکر کیجئے — خوابِ گرانِ زیست سے بیدار کر دیا

سرگشتۂ قیود تھا میں بزمِ ہوش میں — اُنکی نگاہِ مست نے سرشار کر دیا

آزادیٔ خیال کے قربان جائیے — جسنے حریم دل کا پرستار کر دیا

میری اس آرزو نے کوئی آرزو نہ ہو — جو کام سہل تھا اُسے دشوار کر دیا

بے نور جتنے خاک کے ذرے تھے منتشر — عبرت نے سب کو دیدۂ بیدار کر دیا

اب جسکو دیکھئے وہی شیدا ہے آپکا | سب ملتوں کو آپنے ہموار کر دیا
تھی عقل کو یہ سنکر کہ ہو شرح آرزو | غنچے نے آنکھ مار کے ہشیار کر دیا
اُس چشم فتنہ ساز کو کیا چھیڑ ہے اثرؔ | بیہوش ہو چلا تھا خبردار کر دیا

میں تیرا ہمخیال اُسوقت اے جان حزیں ہوتا | کہ مر کر قید غم سے چھوٹ جانے کا یقیں ہوتا
سہارا بیکسی کا بھی جو رہ جائے غنیمت ہے | کہ ہمسے غمزدوں کا کوئی دنیا میں نہیں ہوتا
یقیں ہے خوف سے زاہد وہیں سجدے میں گر پڑتا | فروزاں مثل داغ دل اگر نقش جبیں ہوتا
ترا انداز رعنائی جو دیکھا یہ تمنا ہے | جدھر تیری نظر اُٹھی مرا دل بھی وہیں ہوتا
تصنع سے بری ہوا اسلئے عاشق زمانہ ہے | خوشی تھی میر مرنے کی وہ کیوں اندوہگیں ہوتا
مکیں ہے دل میں وہ اور دل ہے اک عالم جداگانہ | کسی کو تو نظر آتا جو دنیا میں کہیں ہوتا
اثرؔ بیزار ہو رہ رہ کے دل میں درد ہونے سے | بھلا کیا حال ہوتا دل اگر درد آفریں ہوتا

جذبۂ الفت میں یہ کیسا اثر پیدا ہوا | ایک عالم دیکھکر مجھ کو ترا شیدا ہوا
قطرہ قطرہ ایک بحر بیکرانِ عشق ہے | ذرہ ذرہ دیدۂ مشتاق میں صحرا ہوا
تجھسے کہتے تھے کہ اے دل ہجر میں آنسو نہ پی | قطرہ قطرہ جمع ہوکر موجزن دریا ہوا
اک نگاہِ مست ساقی میں وہ چکنا چور تھا | دل کا پیمانہ شراب شوق سے چھلکا ہوا
کم نگاہی سے تری اب سرد ہے بے نور ہے | ورنہ دل تھا آفتاب حشر سے جلتا ہوا

بات کی نالہ ہوا گر چپ رہا رنگ اُڑ گیا
جسقدر میں نے چھپایا راز دل افشا ہو

مسجدوں اور خانقاہوں کا تماشا دیکھ کر
میں پھرا دل کیطرف شکر خدا کرتا ہو

کھینچ لا منزل کو اے دل جذب کامل ہو اگر
راستہ دیکھا نہیں کبتک پھروں بھٹکا ہو

اشک آنکھوں میں بھرے تکتے ہیں منھ سبکا اثر
کوئی پوچھے تو سہی حضرت یہ آخر کیا ہو

کھلتا نہیں سبب کچھ ہر لحظہ ناخوشی کا
جب تم خفا ہو ہمسے کیا لطف زندگی کا

میری جو دشمنی کے پہلو پہ غور کرتے
شاید کہ بھول جاتے سب نام دوستی کا

موہوم شے کو اسنے دریا بنا دیا ہے
لوح طلسم ہستی ہے راز عاشقی کا

جو سانس ہے رکی ہے جو آنکھ ہے لڑی ہے
چھیڑا یہ آج کس نے افسانہ بیخودی کا

نبضیں بھی چھوٹتی ہیں اور دل بھی ڈوبتا ہے
یعنی مزے پہ آیا اب درد عاشقی کا

ہر اک یگانہ تیرا بیگانہ ہے جہاں سے
کیونکر پسند آیا یہ طرز دلبری کا

دل کی جگہ کلی سی مرجھا کے رہ گئی ہے
احسان میرے سر پر آہ سحرگہی کا

بڑھ بڑھ کے اتنی باتیں کیجئے اثر نہ ہرگز
یہ عشق حضرت من قائل نہیں ولی کا

اُسنے یوں امتحاں لیا میرا
مجھکو پردا بنا دیا میرا

ایک جب بڑا ہوا دیار ہوں میں
آگے آیا ہے سب کیا میرا

اُسنے کچھ سوچ کر دم آخر
ہاتھ سینہ پہ رکھدیا میرا

کانپتے ہاتھوں میں نہیں ساغر — ایک عالم ہے ساقیا میرا
نزع میں چشمِ شوق نے آخر — راز افشا ہی کر دیا میرا
کسقدر ہیں ستم ظریف عزیز — کہ آثر نام رکھدیا میرا

وہ مجھسے پوچھتے ہیں نزع میں دردِ نہاں میرا — نگاہِ واپسیں بن جا زباں میری بیاں میرا
یہ کہکر ہو گیا رخصت دلِ بے خانماں میرا — وہیں اُس شوخ کو ڈھونڈو ملے جسجا نشاں میرا
شکستہ دل سے پیہم سسکیاں اب تو نکلتی ہیں — ترانوں سے کبھی لبریز تھا سازِ فغاں میرا
فلک کا بس نہیں جو چوم لے جھک کے قدم میرے — زمینِ کوے جاناں لے رہی ہے امتحاں میرا
کسیکی جستجو میں کھو گیا میں آپ ہی ایسا — کہ ہر رہرو سے کہتا ہوں بتا دو کچھ نشاں میرا
تماشا گاہِ دنیا میں ہے غفلت عینِ ہشیاری — مجھے بیدار کر دے گا یہی خوابِ گراں میرا
جنونِ عشق میں آزاد ہوں میں ہر دو عالم سے — شعورِ حق و باطل کس لئے ہو پاسباں میرا
مجھے ہر خاک کے ذرّے پہ یہ لکھا نظر آیا — مسافر ہوں عدم کا اور فنا ہی کارواں میرا
مرے اشعار سے آتی ہے بوئے خونِ تمنّا کی — لئے ہے دل کو دانتوں میں یہ کلکِ دو زباں میرا
ہجومِ نامرادی کا آثر اب تو یہ عالم ہے — کہ شب کی بیقراری میں ہوا دل میہماں میرا

دلِ بیتاب تو نے حال یہ کیا کر دیا میرا — کہ ترکِ مدّعا پر منحصر ہے مدّعا میرا
ہجومِ آرزو میں گم کیا ہے اصل مقصد کو — کہوں کس سے نہیں کھلتا مجھی پر مدّعا میرا

تڑپ کر مر گیا لیکن رخِ قاتل نہیں دیکھا
ادب آموزِ اُلفت ہو دلِ درد آشنا میرا

کبھی اُس سے نہ چار آنکھیں ہوئیں اے وائے ناکامی
اِدھر اُنکی نظر اُٹھی اُدھر سر جھک گیا میرا

کہوں میں بیوفا کیونکر جو اُسنے پھیر لیں آنکھیں
مجھے سب کچھ ملا جو وقتِ دل خوں ہو گیا میرا

خطاؤں پر میں نادم ہوں مگر غیرت یہ کہتی ہے
جھکا جب سر تو کیونکر ہاتھ اُٹھے بہرِ دُعا میرا

بایں اندازِ یکتائی بایں طرزِ دل افروزی
پشیماں ہوں مجھے دھوکا ہوا تو ہے خدا میرا

سرِ مژگاں ہر اک آنسو فنائے دل کا قطرہ تھا
مگر ٹپکا جو دامن میں وہی دل بنگیا میرا

غبارِ کوچۂ جاناں اگر اڑ کر ادھر آئے
تو دامن تھام کر پوچھوں بتا دل کیا ہوا میرا

وہ میری قبر پر بیٹھے ہوئے راتوں کو روتے ہیں
جنھیں تھا خواب آور زندگی میں ماجرا میرا

فلک پر جتنے تارے ہیں وہ بنکر پھول برسینگے
کبھی جو رنگ لایا اے اثرؔ خونِ وفا میرا

لئے حشر اُن کا شباب آ گیا
سوا نیزے پر آفتاب آ گیا

نشیلی تری انکھڑیاں سحر میں
نظر بنکے آنکھوں میں خواب آ گیا

ترے شہر کا نام جس نے لیا
میں سمجھا کہ خط کا جواب آ گیا

وہ آنکھیں لڑائے تو کیا حشر ہو
اٹھی تھی نگہ انقلاب آ گیا

حیا بنگئی کم سِنی سہم کر
لئے تیغ اُس کا شباب آ گیا

نہا کر نکھرنا ترا یاد ہے
پسینے میں ڈوبا گلاب آ گیا

اُٹھے بادہ کش جھوم کر نعرہ زن
دمِ وعظ نامِ شراب آ گیا

ہر اک شمع پروانہ بنکر جلی	سرِ بزم وہ بے نقاب آ گیا
یہ دُنیا بھی جاتی ہوئی دیکھ لو	اثرؔ سے تمھیں کیوں حجاب آ گیا

جان دینا تو کوئی کام نہ تھا	خلشِ غم کا یہ انجام نہ تھا
اللہ اللہ مری راحت طلبی	لاکھ آرام تھا آرام نہ تھا
تیری غفلت کے تصدق ورنہ	دیدۂ تر سے مجھے کام نہ تھا
آدمی نے وہ کمی پوری کی	سارا عالم تھا مگر نام نہ تھا
کسقدر ہے متلوّن دنیا	صبح کو جو تھا سرِ شام نہ تھا
تشنہ لب جاتا ہوں میخانے سے	میری قسمت کا کوئی جام نہ تھا
مرنے کا بھی نہ سلیقہ آیا	یہ تو دشوار کوئی کام نہ تھا
بس شبِ ہجر ابھرا دم اُلٹا	یہ اندھیرا تو سرِ شام نہ تھا
خود لپٹتی رہی دُنیا اُس سے	جسکو دنیا سے کوئی کام نہ تھا
بیکسی گورِ غریباں کی نہ پوچھ	کوسوں بستی کا کہیں نام نہ تھا
کس لئے کر دیا آزاد اُسے	کیا اثرؔ بندۂ بیدام نہ تھا

جب مجھے دِحُسن میں رنگِ خودی شامل ہوا	عالمِ نیرنگ کا آئینہ میرا دل ہوا
جذب آنکھوں نے کئے ہیں مختلف جلوے ترے	میں کبھی لیلیٰ کبھی مجنوں کبھی محمل ہوا

پوچھتے کیا ہو کہ راتیں ہجر کی کیونکر کٹیں — خود مجھے احساس اپنے حال کا مشکل ہوا

گھٹکے مر سکتا نہیں کھل کر تڑپ سکتا نہیں — جو حجاب آلودہ نظروں کا تری بسمل ہوا

مد و جزرِ عشق ہے ذوقِ فنا در فراق — بڑھ گیا دریا ہوا جب گھٹ گیا ساحل ہوا

جب ہوا لبریز جلوہ پھر وہ دل ہی کب رہا — اسکو قطرہ کیوں کہیں جو بحر میں شامل ہوا

خاکساروں سے غرور اتنا اُسے لازم نہ تھا — اِک فقیر بینوا کے حال سے غافل ہوا

میں نے طے کی راہ الفت مرغِ بسمل کی طرح — شوقِ منزل میں تڑپ کر داخلِ منزل ہوا

بدگمانی عشق کی سمجھا کہ حائل ہے حجاب — ورنہ خود ہی شوقِ مجنوں پردۂ محمل ہوا

سینہ کاوی پر ہوا آمادہ پھر دستِ جنوں — پھر وہی دل کو خیالِ سعیِ لاحاصل ہوا

کوئی مجھ سا بھی مسافر ہے بتائے بیکسی — رہنما جسکا خیال دوریِ منزل ہوا

ابتدا و انتہائے عشق میں اتنا ہے فرق — پہلے دل میں درد تھا اب درد بڑھکر دل ہوا

اُس تغافل کیش کا کس سے گلہ کیجئے آثر — انتہا یہ ہے کہ غافل مجھ سے میرا دل ہوا

غزلِ مسلسل بطرزِ قدما

یادِ ایام کہ جب غم سے سروکار نہ تھا — پھول ہی پھول تھے دامن میں کوئی خار نہ تھا

عالمِ حسن کے جلوے تھے مری نظروں میں — جنسِ اُلفت کا سوا میرے خریدار نہ تھا

کیسی راحت میں شب و روز بسر ہوتے تھے — شعلۂ آہ نہ تھا دیدۂ خونبار نہ تھا

محو نظارہ تھا عشرت کدۂ ناز میں دل — واقف درد نہ تھا خوگر آزار نہ تھا

شوق آغوش تمنا میں تھپکتا تھا مجھے — نفسِ سرد نہ تھا اشکِ شرر بار نہ تھا

آئینہ خانۂ دل میں تھا وہی جلوہ فروش — عشق خود کام کو اندیشۂ اغیار نہ تھا

پردہ در ہوش نہ تھے عقل خبردار نہ تھی — لاکھ اسرار تھے دل محرمِ اسرار نہ تھا

عشق اک راز تھا گنجینۂ دل میں پنہاں — غمِ ہستی سے مجھے کوئی سروکار نہ تھا

نغمۂ شوق سے لبریز تھا ہر تارِ نفس — کون سا لطف تھا دل جس کا سزاوار نہ تھا

بڑھتے بڑھتے جو ہوا جذبۂ الفت کامل — دستِ وحشت سے گریباں میں کوئی تار نہ تھا

ٹھوکریں کھائیں زمانے کی مصیبت جھیلی — کون آزار تھا میں جس میں گرفتار نہ تھا

دفعتاً دیدۂ دل وا ہوئے چمکا اک نور — وہ سماں دیکھا کہ جس کے لئے تیار نہ تھا

بجلیاں ٹوٹ پڑیں غش پہ مجھے غش آیا — آنکھ کھلتے ہی دو عالم سے سروکار نہ تھا

آخر کار ہوا رہبرِ دل ذوقِ فنا — بند آنکھیں تھیں مگر خواب گرانبار نہ تھا

روح پرور یہ صدا آتی تھی کانوں میں آکر — ڈھونڈنے والے کو ملنا مرا دشوار نہ تھا

کہہ رہا ہے فسانہ الفت کا — رنگ بگڑا ہوا طبیعت کا

سانس بھی لے سنبھل کے اے ناداں — سخت نازک ہے رشتہ الفت کا

خوگرِ درد ہو اگر انساں — رنج میں بھی مزا ہے راحت کا

تیرے کوچے کے رہنے والوں کو — سامنا روز ہے قیامت کا

سانس رکتی ہے دم نکلتا ہے — کیا نکلنا ہے سہل اُلفت کا
مستِ ناز ایک جنبش ابرو — ٹوٹ جائے طلسم حیرت کا
پر پروانہ شمع افسردہ — یہ خلاصہ ہے بزم عشرت کا
بزم آرائے لامکاں تھا کبھی — دل جو محتاج ہے زیارت کا
ہوں شبستانِ خواب کی زینت — کہہ رہا ہے چراغ تربت کا
میں سمجھتا تھا شوق ہے دل میں — ہم نشیں داغ تھا وہ حسرت کا
میری حیرت تری خموشی نے — فاش پردا کیا محبت کا
کیوں مزار آشر پہ جاتے ہو — بجھ گیا خود چراغ تربت کا

جب دل گداز عشق کی امداد سے ہوا — جو لطف سے وہی تری بیداد سے ہوا
خوں بستہ آنکھیں کیا کروں تبلائیے جائیے — گریہ تو ضبط آپ کے ارشاد سے ہوا
اُسکی حیات اُسکے لئے تازیانہ ہے — غافل جو بد نصیب تری یاد سے ہوا
دونی ہوئی خلش مژہ تیز تیز کی — سودا زیادہ نشترِ فصاد سے ہوا
گلشن کو پھونک دے قفس تن کو توڑ دے — نالہ نہ ایسا مرغِ چمن زاد سے ہوا
آباد ہو گیا جو یہ برباد ہو گیا — تعمیر شہر دل نئی بنیاد سے ہوا
پھرتا ہوں میں بغل میں گلستاں لئے ہوئے — ہر داغ دل کا پھول تری یاد سے ہوا
شاید کہ روح کر سکے اُسکی مصوّری — وابستہ جو خیال تری یاد سے ہوا

پھولوں کے بدلے ڈالدی ایک ایک مشت خاک — جب میں روانہ گلشن ایجاد سے ہوا
نالے کے ساتھ رُوح بھی پرواز کر گئی — اندازہ میرے ضبط کا فریاد سے ہوا
اُس شوخ سے نباہ کوئی بات ہے اثر — اتنا ہوا تو صبر کی امداد سے ہوا

مرے دل میں چھپ چھپ کے آنے لگا — وہ پردے میں جلوہ دکھانے لگا
مرا ضبط سب خاک میں مل گیا — وہ خود رو کے مجھ کو رُلانے لگا
ذرا دیر میں نیند آجائے گی — کہ اب درد پہلو دبانے لگا
میں بیگانہ سب سے ہوا جب تو وہ — مجھے دیکھ کر مُسکرانے لگا
تری مصلحت میں کسے دخل ہے — بنانے لگا جب مٹانے لگا
بُرا ہو ترا بیکسی، بیکسی! — مجھے خاک سے وہ اُٹھانے لگا
وہ گذرا ادھر سے جو بیگانہ وار — چراغِ لحد جھلملانے لگا
بہت رازِ اُلفت چھپایا اثر — مگر رنگ اُڑ کر بتانے لگا

دوست سمجھے جسے نکلا وہی دشمن اپنا — بزم سے اُسکی چلے جھاڑکے دامن اپنا
حیف اے جوشِ جنوں ہوش ہے اتنا باقی — کہ گریبان ہے یہ اور یہ دامن اپنا
چٹکیاں دلمیں وہ لیتا ہی عجب شوخی سے — مجھکو دکھلا کے چُنا کرتا ہی دامن اپنا
دل جلے چھیڑ کے بجلی سے کہا کرتے ہیں — ہاتھ جلجائے جو چھوے کوئی دامن اپنا

خار حسرت کی کھٹک وہ بھی رہے یا نہ رہے
کبھی پھولوں سے بھرا رہتا تھا دامن اپنا

ٹوٹا جاتا تھا گریباں کبھی دامن پہ اثر
اب گریباں کی طرف کھنچتا ہے دامن اپنا

گل ہی اپنا ہی محبت میں نہ گلشن اپنا
کیوں چمن سے نہ اُٹھاؤں میں نشیمن اپنا

آتش گل کا نہ اک پھول بھی اُڑ کر آیا
میں نے خود پھونک دیا جل کے نشیمن اپنا

دیدہ تر ہے مرا روکش صدا بر بہار
اشک رنگیں سے ہوں میں آپ ہی گلشن اپنا

دل سے جو شعلہ اٹھا دل ہی کو اُسنے پھونکا
ہو ہی برق یہی وادیِ ایمن اپنا

کوئی اس سمت سے گذرا بھی تو بچ کر گذرا
عبرت دہر کا آئینہ ہے مدفن اپنا

صحن گلشن میں جو بکھرے ہوئے کچھ تنکے ہیں
رشکِ گلزار اثر تھا وہ نشیمن اپنا

اور ہے رنگ جہاں اور ہے عالم اپنا
آج قابو میں نہیں کچھ دل پُر غم اپنا

بیکسی دشت نوردان محبت کی نہ پوچھ
ٹوٹی جو قبر ہلی کر لیا ماتم اپنا

تم جو گلشن میں گئے نور کے موتی برسے
ہار بکھرا ہوا چننے لگی شبنم اپنا

حُسن اور عشق میں نازک ہے بہت فرق اثر
وہی عالم ہے مگر اور ہے عالم اپنا

حد ضبطِ گریہ کا یوں آزمانا ہی نہ تھا
سنگدل کو ماجرائے دل سنانا ہی نہ تھا

بیخودی عشق تھی پردہ درِ عقل وحواس
ایک عالم تھا جہاں کوئی زمانہ ہی نہ تھا

کیسا دیدار ایک ہنگامہ ہے محشر میں بپا
ہم سے دیوانوں کو سوتے سے جگانا ہی نہ تھا

گھٹ رہی ہے دلکی طاقت بڑھ رہی ہیں حسرتیں
بیوفا ہم کو تری محفل میں آنا ہی نہ تھا

خود ہوا صیاد صید اپنی نگاہِ ناز کا
اور باقی کوئی عالم میں نشانہ ہی نہ تھا

لاکھ گیسو تم سنوارو اب سنورنے کے نہیں
عاشقِ ناشاد کی تربت پہ جانا ہی نہ تھا

کسطرح سمجھے کوئی یہ رازِ مرگ و زیست آثر
جب مٹانا تھا تو پھر ہم کو بنانا ہی نہ تھا

تو روشنی دیدۂ بیدار ہو گیا
عالم تمام مطلعِ انوار ہو گیا

دل جبکہ محوِ لذتِ آزار ہو گیا
احساسِ زیست ہی مجھے دشوار ہو گیا

اک روز فرطِ یاس سے آنسو بھر آئے تھے
اتنی سی بات پر میں گنہگار ہو گیا

شوخی سے اُسنے بات کا لہجہ بدل دیا
اقرار لب تک آتے ہی انکار ہو گیا

ہے اُنکا شوق برق کے پردے میں مضطرب
موسیٰ سمجھ رہے ہیں کہ دیدار ہو گیا

وعدے کے دن گذر گئے پھر بھی ہیں منتظر
کچھ ہم کو انتظار کا آزار ہو گیا

جلوہ فروشیاں تھیں باندازِ دلبری
دیوانہ وار میں بھی خریدار ہو گیا

ہمنے تو بعض اہلِ نظر سے یہی سُنا
انساں کے بھیس میں ترا دیدار ہو گیا

یہ کیف بیخودی بھی عجب کیف ہے آثر
بیہوش جو ہوا وہی ہشیار ہو گیا

دلکی وحشت نے ہر اک محفل کو برہم کردیا — جسطرف آنکھ اُٹھ گئی اک ہو کا عالم کردیا

حسن کو اپنے کرشموں کا تھا منظور امتحاں — شوق نے پنہاں ہر اک ذرہ میں عالم کردیا

غم کی اپنی پرورش کی غم سے الفت ہوگئی — درد دل نے بڑھتے بڑھتے درد دل کم کردیا

میں تصور میں خیال دوست سے تھا ہمکنار — بیخودی نے بزم محویت کو برہم کردیا

سُن رہا ہوں گوش دل سے وہ صدائے جاں نواز — فاصلہ منزل کا جذب شوق نے کم کردیا

دل نہ تھا مجموعۂ اوراق باتصویر تھا — کارنامہ عاشقی کا تمنے برہم کردیا

خاک میں ملجائے یارب بیکسی کا شوق بھی — تیغ اُسنے روک لی یوں میں نے سر خم کردیا

داغ دل روشن نہ تھے زخم جگر آئے نہ تھے — کچھ نمک کچھ نور اشکوں نے فراہم کردیا

ہائے وہ دل جسکے ارماں صرف ماتم ہوگئے — ہائے وہ محفل غموں نے جسکو برہم کردیا

تم کو اس ہنگامہ آرائی سے آخر کیا ملا — اک لہو کی بوند کو دل کہکے عالم کردیا

اپنی وفا نہ اُنکی جفاؤں کا ہوش تھا — کیا دن تھے جبکہ دلمیں محبت کا جوش تھا

انکھوں میں کیف تھا نہ کسی دل میں جوش تھا — سب تیرا فیض اے نگہ میفروش تھا

ہر جلوہ ایک پردہ تھا ہر دل تھا اک حجاب — بیگانگی کا بزم محبت میں جوش تھا

عریانئِ حیات کا باقی رہا خیال — ورنہ جنوں میں کس لئے صحرا کا ہوش تھا

ساقی اُدھر تھا مست اِدھر میگسار مست — بزم طرب میں غلغلۂ ناؤ نوش تھا

صورت بھی دیکھے اور تری باتیں بھی سن سکے — گل چشم شوق بنکے طلبگار گوش تھا

حلقوں میں نورِ آنکھوں کا جلتا تھا مثلِ شمع	نظارہ سوزِ بزم میں اک برق پوش تھا
سازِ حیات بند تھا دم تھے رُکے ہوئے	اُس جلوہ گاہِ ناز میں جو تھا خموش تھا
کی عمر صرف ہم نے سمجھنے میں رازِ عشق	طاعت گذار ہوتے کہاں اتنا ہوش تھا
ہر سانس دے رہی تھی نویدِ شکستِ دل	ہر نالہ ذوقِ غم میں نوائے سروش تھا
ہر شمع تھی غبار، ہر اک آنکھ شمع تھی	اُس پر وہ نورِ بزم ابھی جلوہ پوش تھا
ناکامیوں کی باغِ تمنا میں تھی بہار	گلریز داغِ دل تھے جگر گلفروش تھا
دونوں کو اک نگاہ پہ قربان کر دیا	دل جان کا عذاب تھا سر بارِ دوش تھا
بیہودگی میں عمر گنوائی اثر! اثر!	فردا کی فکر اور کبھی رنجِ دوش تھا

رات کو سینہ اسقدر کوٹا	ایک تارا سا عرش سے ٹوٹا
میں نے بے اختیار دل تھاما	کلی چٹکی کہ آبلہ پھوٹا
پتّا پتّا ہے مظہرِ قدرت	شاہدِ حق پسند ہر بوٹا
شوق نے چھین لی متاعِ خرد	دل کو تیرے خیال نے لوٹا
چشمِ مخمور! سچ بتا دل کو	تو نے توڑا کہ آپ سے ٹوٹا
اُسنے چھیڑا کانٹا جو ہنس ہنسکر	دل کے زخموں نے کیا مزا لوٹا
لے خبر جلد گیسوؤں والے	سلسلہ اب خیال کا ٹوٹا
اِن تو نکلا ہے عہد جب سے اثر	جھوٹا سچّا ہے سچّا ہے جھوٹا

کیا بھروسا ہے زندگانی کا | آدمی بلبلا ہے پانی کا
تذکرہ کیا ہے کامرانی کا | نام سنتے ہیں شادمانی کا
جسنے دیکھا وہ دیکھتا ہی رہا | اُف وہ عالم تری جوانی کا
کروٹیں کیوں بدل رہے ہیں حضور | ابھی آغاز ہے کہانی کا
انکی ہمت کے صدقے جنکو ہے | حوصلہ عمر جاودانی کا
آرزوں کا خون ہو جانا | یہی حاصل ہے زندگانی کا
نگہِ ناز بجلیاں ٹوٹیں | شوق ہے مرگِ ناگہانی کا
دل ہی مرکز ہے غور سے دیکھو | ارنی اور لن ترانی کا
دل تھا پہلو میں دل میں ہمت تھی | ذکر ہے یہ آثرؔ جوانی کا

شرمندۂ احساں نہیں دنیائے دنی کا | رونے کا مجھے شغل ہے یا سینہ زنی کا
کچھ خون کے دھبے رہے کچھ نقش مٹے سے | اے عشق اصلہ کیا تھا یہی کوہکنی کا
ہر غنچہ ہے تصویر تری بیدھنی کی | ہر گل ہے مرقع تری نازکبدنی کا
دل صید گہِ عشق میں بسمل ہو کیونکر | لپکا تری آنکھوں کو ہے ناوک فگنی کا

ؔ اس مطلع پر بعض احباب نے توارد کا شبہہ ظاہر کیا میرا ضمیر سرقہ سے پاک ہے لہذا درج کیا گیا۔ آثرؔ

وہ آئی گھٹا جھومتی قبلہ کی طرف سے ہے وقت یہی میکشو! توبہ شکنی کا
دوزخ کا مجھے خوف نہ جنّت کی تمنّا دل میں ہے آثر عشق رسول مدنی کا

اِس لطف سے ٹوٹا دلِ دیوانہ ہمارا منہ بزم میں تکتا رہا پیمانہ ہمارا
سب سے ہے جُدا مسلکِ رندانہ ہمارا کعبہ بھی ہمارا ہے صنمخانہ ہمارا
اک جام کی خاطر مئے سرجوشِ ازل سے ابتک ہے گرو خرقۂ رندانہ ہمارا
فریاد ہے فریاد! کہ چھوٹا سرِ منزل بیتاب تمنّا دلِ دیوانہ ہمارا
حُسن کا قصّہ ہے جو قصّہ ہے تمہارا سب عشق کا افسانہ ہے افسانہ ہمارا
واقف نہوئے لذتِ دردِ جگری سے اِک آہ میں لبریز تھا پیمانہ ہمارا
اک روز سنائیں لبِ خاموش سے اُنکو یوں سُن نہیں سکتے ہیں وہ افسانہ ہمارا
برباد ہوئے پر بھی ہی وسعتِ دل ہی ہمدوش ہے محشر سے یہ ویرانہ ہمارا
روتے رہے ہم حالِ دلِ زار پہ اپنے کہتے رہے ہنس ہنس کے وہ افسانہ ہمارا

مثالِ برگِ خزاں رسیدہ ہوا ہے زرد آفتاب کیسا
مگر قیامت قریب آئی، کھُلا ہے بندِ نقاب کیسا
دلِ ستمکش کو بجلیوں کا خزانہ جس نے بنا دیا ہے
تری نظر میں نہاں تھا ظالم یہ محشرِ اضطراب کیسا

ترے کرم پر کبھی ہے تکیہ، کبھی ہے خوفِ عتاب دل میں
یہی ہے جنت، یہی ہے دوزخ، عذاب کیسا ثواب کیسا

میں اُنکے جلووں کا آئنہ ہوں وہ میری حیرت کا آئنہ ہیں
جہاں یہ عالم ہو محویت کا سوال کیسا جواب کیسا

کسی کو پیوندِ خاک کر کے پھر اُس کی تربت پہ رو رہے ہیں
ہوا یہ دنیائے عاشقی میں الٰہی! آج انقلاب کیسا

بجائے مئے یاد میں کسی کی پیا ہے خونابِ دل وگرنہ
تمھاری آنکھوں سے آج ٹپکا اثر یہ رنگِ شراب کیسا

ایک دلچسپی کا ساماں سعیِ لاحاصل میں تھا
دور تھا منزل سے ورنہ جو قدم منزل میں تھا

عکس اُنکُس جلوۂ جانانہ میرے دل میں تھا
دل مرے پہلو میں تھا یا آئنہ محفل میں تھا

بے نیازی طور پر تھی مائلِ راز و نیاز
کسقدر انداز دلکش لکنتِ سائل میں تھا

شوق کہتا تھا کہ ہاں حسرت کہتی تھی نہیں
میں ادھر مشکل میں تھا قاتل ادھر مشکل میں تھا

بحرِ طوفاں خیز اُلفت کے تھپیڑے الاماں
بیچ دھارے میں سفینہ تھا کبھی ساحل میں تھا

سلب تھی قوت تڑپنے کی تڑپتا کس طرح
ایک دل میں دوسرا خنجر کفِ قاتل میں تھا

آج آہِ سرد بھر کر اُسکو بھی رخصت کیا
وہ جو اک اندوہِ ناکامی ہمارے دل میں تھا

اللہ اللہ! جستجوئے دوست کی رنگینیاں
اک دلِ خوں بستہ ہر نقشِ قدم منزل میں تھا

شوق کے ہاتھوں آثر کیا کیا نہیں کھائے فریب
دل وہی تھا جسکو ہم سمجھے ہمارے دل میں تھا

وفا کا سیکھ لے تم سے کوئی صلہ دینا
بجائے فاتحہ نقش لحد مٹا دینا

کرو یہ فکر کہ دم سہل میں نکلجائے
مریض ہجر کو اب زہر ہو دوا دینا

یہ امتیاز محبت میں اے جنوں کیسا
دل و جگر کی حدیں تو ذرا ملا دینا

شکست دل کا ترانہ جو سنکے ہنستے ہیں
کراہنے کی صدا بھی اُنھیں سُنا دینا

خدا سے داد طلب حشر میں وہ کیونکر ہو
کہ جسکا وِرد تھا بیداد پر دعا دینا

ہر اک حسرتِ مردہ میں پھر سے جان آئی
غضب تھا نزع میں کافر کا مسکرا دینا

کسی کا ہائے یہ کہنا آثر سے وقتِ وداع
جو ہو سکے تو ہمیں دل سے تم بھلا دینا

یہ بلا نصیب کس سے کہے حال زار اپنا
کہ ہجوم غم میں کوئی نہیں غمگسار اپنا

دل مضطرب سے گذری شب غم نہ پوچھ کیونکر
کہ بجائے تیر اکثر رہا اِنتظار اپنا

کبھی بجلیوں سے اُجھا کبھی چشم فتنہ زا سے
مجھے یاد آرہا ہے دلِ بیقرار اپنا

ہوئے خاک پھر بھی لیکن وہی رازداریاں ہیں
ترے در تک اُڑکے پہونچا نہ کبھی غبار اپنا

وہی اُنسے کہہ رہا ہوں کہ جو اُنکا مدعا ہے
نہیں مثل دل زباں پر بھی اب اختیار اپنا

یہ تری ہی سی کہیگا یہ ترا ہی دم بھرے گا
نہوا ہے اور نہو گا دل بیقرار اپنا

جسے دست جور گلچیں نے سمجھ کے پھول توڑا
وہی آشیاں آثر تھا سر شاخسار اپنا

یہ ابر تیرہ اور یہ سماں لالہ زار کا — تو دے رہا ہے حُسن عروسِ بہار کا

خمخانۂ نشاط ہیں وہ سرخ انکھڑیاں — انگڑائیوں میں عطر کھنچا ہے خمار کا

پرکیف کسقدر ہے ستمگر کی گفتگو — ساغر چھلک رہا ہے مئے خوشگوار کا

قائم ہے ایک رنگ پہ گردش زمانہ کی — آنکھوں کو جب سے روگ ہوا انتظار کا

جسنے سُنا وہ زیست سے بیزار ہوگیا — انجام کار عشق غریب الدّیار کا

وعدے کا تیرے ہو بھی اگر دلکو اعتبار — کیا اعتبار زندگیِ مُستعار کا

دامن کشاں ادھر سے گذرتی ہیں بجلیاں — چھالا ٹپک رہا ہے دلِ بیقرار کا

کیونکر ہو آشکار یہ رازِ نمود و بود — کِس طرح توڑیئے یہ طلسم اعتبار کا

عبرت نے چند خاک کے ذرّوں پہ لکھدیا — افسانۂ فراق دلِ بیقرار کا

کیا خوب ہے یہ مصرع سودا سنو اثر — "ساغر مرا گرو نہیں ابر بہار کا"

عشق میں ننگ ہے شرمندۂ درماں ہونا — حاصلِ درد ہے وقفِ غمِ پنہاں ہونا

مژدہ دیتا ہے دو عالم سے سبکباری کا — میری جمعیتِ خاطر کا پریشاں ہونا

غمزۂ ترنے مرا خون جگر کھینچ لیا — ورنہ ہر زخم سے پیدا تھا گلستاں ہونا

چشم خوں بستہ سے رسنے لگے آنسو ورنہ — انھیں ناسوروں کا ممکن تھا نمکداں ہونا

ابتدا عشق کی کیونکر ہوئی کچھ یاد نہیں — انتہا اسکی ہے سرگشتہ و حیراں ہونا

یاد آتا ہے وہ عالم شبِ تنہائی کا — کثرتِ داغ سے پہلو میں چراغاں ہونا

جلوۂ گل نے مجھے نقش بدیوار کیا
خندۂ گل نے سکھایا مجھے حیراں ہونا

جذبۂ شوق میں تھا خونِ تمنا مضمر
ورنہ دشوار تھا انسان کا انساں ہونا

ہاے وہ منتظر وعدہ کہ سو بار جسے
سوے در دیکھنا اور دیکھکے حیراں ہونا

دفترِ عشق کا دیباچۂ رنگیں ہو اثرؔ
داغ کا درد کے پردے میں نمایاں ہونا

دیکھنا اک حشر بپا ہو گیا
وہ بت اگر جلوہ نما ہو گیا

قافلۂ دل چلا سوے عدم
نالہ مرا بانگِ درا ہو گیا

دیکھی جنوں! آبلہ پائی مری؟
دشت کا دشت آبلہ پا ہو گیا

کوچۂ زلف کے ایسے پھرے
دل! ارے دل!! یہ تجھے کیا ہو گیا

جیسا کیا ویسی ہی پائی سزا
دیکھا! گرفتارِ بلا ہو گیا

میرے مسیحا ہی کیا تھا علاج
پہلے سے بھی درد سوا ہو گیا

لے لیا دل اور نہ مڑکر دیکھا
جاؤ تمھارا ہی بھلا ہو گیا

دل کو اثرؔ کے وہ مٹانے چلے
جب اثر دل سے فنا ہو گیا

ہنسکے وہ پوچھتے ہیں اور میں ارماں کیا کیا
حال دل کہکے ہوا ہوں میں پشیماں کیا کیا

شوق پھر بزم تمنا میں لیے جاتا ہے
دیکھوں دکھلاتے ہیں یہ دیدۂ حیراں کیا کیا

نفس سرد بھی ہے درد بھی ہو داغ بھی ہو
اور درکار رہی لے شام غریباں کیا کیا

یہ ابرِ تیرہ اور یہ سماں لالہ زار کا — لُو دے رہا ہے حُسن عروسِ بہار کا
خمخانۂ نشاط ہیں وہ سرخ انکھڑیاں — انگڑائیوں میں عطر کھنچا ہے خمار کا
پرکیف کسقدر ہے ستمگر کی گفتگو — ساغر چھلک رہا ہے مئے خوشگوار کا
قائم ہے ایک ننگ یہ گردش زمانہ کی — آنکھوں کو جب سے روگ ہوا انتظار کا
جسنے سُنا وہ زیست سے بیزار ہوگیا — انجام کار عشق غریب الدیار کا
وعدے کا تیرے ہو بھی اگر دلکو اعتبار — کیا اعتبار زندگیِ مستعار کا
دامن کشاں ادھر سے گذرتی ہیں بجلیاں — چھالا تپک رہا ہے دلِ بیقرار کا
کیونکر ہو آشکار یہ رازِ نمود و بود — کس طرح توڑیئے یہ طلسم اعتبار کا
عبرت نے چند خاک کے ذرّوں پہ لکھدیا — افسانۂ فراق دلِ بیقرار کا
کیا خوب ہے یہ مصرع سودا سنو! اثر — "ساغر مرا گرو نہیں ابر بہار کا"

عشق میں ننگ ہے شرمندۂ درماں ہونا — حاصلِ درد ہے وقفِ غمِ پنہاں ہونا
مژدہ دیتا ہے دو عالم سے سبکباری کا — میری جمعیتِ خاطر کا پریشاں ہونا
مژہ تر نے مرا خون جگر کھینچ لیا — ورنہ ہر زخم سے پیدا تھا گلستاں ہونا
چشم خوں بستہ سے رسنے لگے آنسو ورنہ — انھیں ناسوروں کا ممکن تھا نمکداں ہونا
ابتدا عشق کی کیونکر ہوئی کچھ یاد نہیں — انتہا اسکی ہے سرگشتہ و حیراں ہونا
یاد آتا ہے وہ عالم شبِ تنہائی کا — کثرتِ داغ سے پہلو میں چراغاں ہونا

جلوۂ گل نے مجھے نقش بدیوار کیا　　خندۂ گل نے سکھایا مجھے حیراں ہونا
جذبۂ شوق میں تھا خونِ تمنا مضمر　　ورنہ دشوار تھا انسان کا انساں ہونا
ہاے وہ منتظرِ وعدہ کہ سو بار جسے　　سوے در دیکھنا اور دیکھکے حیراں ہونا
دفترِ عشق کا دیباچۂ رنگیں ہو آثر　　داغ کا درد کے پردے میں نمایاں ہونا

دیکھنا اک حشر بپا ہوگیا　　وہ بت اگر جلوہ نما ہو گیا
قافلۂ دل چلا سوے عدم　　نالہ مرا بانگِ درا ہو گیا
دیکھی جنوں! آبلہ پائی مری؟　　دشت کا دشت آبلہ پا ہو گیا
کوچۂ زلف کے ایسے پھرے　　دل! اے دل!! یہ تجھے کیا ہو گیا
جیسا کیا ویسی ہی پائی سزا　　دیکھا! گرفتارِ بلا ہو گیا
میرے مسیحا یہی کیا تھا علاج　　پہلے سے بھی دو رسوا ہو گیا
لے لیا دل اور نہ مڑ کر دیکھا　　جاؤ تمھارا ہی بھلا ہو گیا
دل کو آثر کے وہ مٹانے چلے　　جب اثر دل سے فنا ہو گیا

ہنسکے وہ پوچھتے ہیں اور ہیں ارماں کیا کیا　　حال دل کھلکے ہوا ہوں میں پشیماں کیا کیا
شوق پھر بزم تمنا میں لیے جاتا ہے　　دیکھوں دکھلاتے ہیں یہ دیدۂ حیراں کیا کیا
نفس سرد بھی ہے درد بھی ہو داغ بھی ہو　　اور درکار ہو اے شام غریباں کیا کیا

انگلیاں اُٹھنے لگیں دستِ حنائی پہ ترے — رنگ لائیگا ابھی خونِ شہیداں کیا کیا
آج اِک لاش نکالی جو گئی زنداں سے — یاد آیا آثرِ سوختہ ساماں کیا کیا

دل پردہ دار جذبۂ کامل نہیں رہا — لیلےٰ وہی ہو آہ وہ محمل نہیں رہا
اتنی تری تلاش میں کھائی ہیں ٹھوکریں — کچھ امتیاز جادۂ و منزل نہیں رہا
سچ ہے کہ تم وہی ہو وہی دلنوازیاں — وہ میں نہیں رہا وہ مرادل نہیں رہا
منشاءِ جستجو تھا فقط ترکِ آرزو — میں تشنہ کام کب لبِ ساحل نہیں رہا
ماتم میں غیر کے تری زلفیں بکھر گئیں — اب کچھ حیات و مرگ کا حاصل نہیں رہا
لو اُن کو شوق جلوہ نمائی ہو آثر — آئینہ جبکہ دید کے قابل نہیں رہا

چلتے چلتے اس طرح محفل میں ساغر رہ گیا — میں ادھر ساقی اُدھر حیران و ششدر رہگیا
الاماں جوش تمنا الحذر ذوقِ تپش — آبلہ بنکر دلِ سوزاں میں نشتر رہگیا
گمرہانِ شوق کیا جانے کہ جا نکلے کہاں — دور وہ محشر سے اُن سے دور محشر رہگیا
کونسی وہ آنکھ ہے جو آج نمدیدہ نہیں — اب فقط عالم ڈبونا دیدۂ تر رہگیا
کہنے والا سننے والا ماجرائے ذبح کا — ایک قاتل رہگیا اور ایک خنجر رہگیا
اور سب رخصت ہوئے اُس عہد کے مونس رفیق — یادگارِ عاشقی اک داغ دلپر رہگیا
پھر کوئی مقتل میں اُنکی بیقراری دیکھتا — خنجرِ قاتل گلے سے جنکے مل کر رہگیا

کہہ گئی یہ سوئے در اُٹھکر نگاہِ واپسیں — موت کے پردے میں کوئی رازِ مضمر رہ گیا

بخت برگشتہ کا شکوہ یا مقدر کا گلہ — وائے ناکامی کہ اب یہ شغل اکثر رہ گیا

تکیۂ دیوارِ جاناں عمر بھر کافی ہوا — جس طرح لیٹا ہوا تھا اپنا بستر رہ گیا

کوچۂ قاتل میں تھی یہ خود فراموشی اثرؔ — سر کہیں چھوٹا کہیں پہ قلبِ مضطر رہ گیا

معمورِ تجلّی سے حیرت کدۂ دل تھا — آئینہ تھا پہلو میں آئینہ مقابل تھا

گلہائے نظارہ سے خالی تھے ابھی دامن — وہ آپ تماشائی اور آپ ہی محفل تھا

ناکامیِ حسرت پر سر پیٹتی تھیں موجیں — کشتی تھی تلاطم میں اور سامنے ساحل تھا

اس قتل کی لذت میں سب وصل کی لذت تھی — پیکاں تھا کبھی دل میں پیکاں میں کبھی دل تھا

پیمانِ محبّت کو یوں دل سے بھلا دینا — تیرے لئے آساں ہو میرے لئے مشکل تھا

تو زہر اسے سمجھا غافل نہ مزا چکھا — یہ ذوقِ فنا کوشی اس زیست کا حاصل تھا

کیا لطف صبوحی تھا اس نور کے تڑکے میں — سرخوش تھا ادھر ساقی سرشار اُدھر دل تھا

تحصیل تھی حاصل کی یہ سعیٔ دلِ وحشی — منزل میں پہنچکر بھی سرگشتۂ منزل تھا

جینے کیلئے مرنا مرنے کیلئے جینا — آسان ہے یہ آساں تھا مشکل ہے یہ مشکل تھا

سجدے میں جھکے رہتے افسوس نہ ہم سمجھے — اِس قالبِ خاکی میں وہ حورِ شمائل تھا

مژگاں سے جو دامن تک مشکل سے اثر پہنچا — یہ خون کا اک قطرہ سنتے ہیں کبھی دل تھا

جنسِ اُلفت کا وہاں کوئی خریدار نہ تھا میرے یوسف کا کیلئے مصر کا بازار نہ تھا

خوں ہوا اتنا کہ بنا اور مژہ سے ٹپکا دل کہ لذتِ کشِ رنگینیٔ انکار نہ تھا

مبتلا ہوں ترا جب سے صنم کفر فروش زلف تا دوش نہ تھی دوش پہ زنار نہ تھا

قصۂ طور کبھی گوش حقیقت سے سنو شوق دیدار بجز حسرتِ دیدار نہ تھا

غازۂ چہرۂ گل، نقش و نگار ہستی کوئی قطرہ دل خوں گشتہ کا بیکار نہ تھا

لے گئی وحشتِ دل کل مجھے اس عالم میں بیش از نقطہ جہاں گنبدِ دوّار نہ تھا

دستِ بیدادِ جنوں کی وہ درازی شبِ غم میرے دامانِ تصور میں بھی اک تار نہ تھا

بادۂ شوق سے لبریز تھا ہر ساغرِ دل کون تھا بزم تمنا میں جو سرشار نہ تھا

خونِ ناحق میں ہے ہاتھ ڈبوے والے کہنے والے یہی کہتے ہیں سزاوار نہ تھا

لذتِ درد سے واقف تھا دل زار اثر ورنہ مرجانا ترے ہجر میں دشوار نہ تھا

منشا نہیں کچھ اور پریشاں نظری کا آئینہ ہی مشتاق تری جلوہ گری کا

اُٹھ منزلِ ہستی سے لئے داغ تمنا اس راہ میں توشہ ہے یہی رہگذری کا

بیفائدہ کیوں آنکھ کو بدنام کیا ہے مرکز دل بسمل سے پریشاں نظری کا

انگڑائیاں لیتے ہوئے وہ نیند سے اُٹھے کہتا ہے مہکنا یہ نسیم سحری کا

میں اور ترے حسن خود آرا کا نظارہ یہ بھی ہے مگر شعبدہ جادو نظری کا

پھر سامنے آنکھوں کے ہوا اک خون کی چادر پھر عشق کو سودا ہوا آشفتہ سری کا

کیا صبح شبِ ہجر تھا حالِ دلِ مضطر
بجھنا کبھی دیکھا ہی چراغ سحری کا

گو فتنۂ محشر کی بنا اسنے ہی ڈالی
الزام رہا آہ کے سر بے اثری کا

اے برقِ تجلّٰے تری شوخی کے تصدّق
بیہوش کو الزام دیا بے خبری کا

میں چہرۂ فطرت سے نقاب آج الٹ دوں
انجام آخر خوب نہیں پردہ دری کا

اُدھر تھا جوش سجدوں کا، اِدھر سینے میں طوفاں تھا
کبھی زخمی تھی پیشانی، کبھی ٹکڑے گریباں تھا

وہ دل آوارہ منزل درد جس کا میر ساماں تھا
کبھی وسعت میں صحرا تھا، کبھی تنگی میں زنداں تھا

شبِ غم تھی ہجوم یاس تھا وحشت کا ساماں تھا
گریباں تھا کبھی دامن، کبھی دامن گریباں تھا

ہر اک غنچہ کو ڈھالا جس نے قالب میں نزاکت کے
ترا رنگِ گُلِ عارض وہ معمارِ گلستاں تھا

تماشا ہے نگاہ شوق سے اُس کو حجاب آیا
وہ نورِ سرمدی جو لاکھ پردوں میں نمایاں تھا

خبر کوئی نہ لایا، انتہا کی اس طرح اُلجھا
کچھ ایسا داستانِ عشق کا دلچسپ عنواں تھا

سسکنے میں حیات اس کی، تڑپنے میں قرار اس کو
ازل ہی سے دلِ بسمل کا شیرازہ پریشاں تھا

نہ پوچھو خانہ ویرانی کسی حسرت بھرے دل کی
نظر جس سمت اُٹھتی تھی بیاباں ہی بیاباں تھا

سلام آخری اُس کی طرف سے اے چمن والو!
قفس جس کا نشیمن تھا، قفس جس کا گلستاں تھا

کہیں بھی یہ سُنا ہے قید خانہ کی ہو آرائش
سوادِ دیدۂ یعقوبؑ ہی یوسف کا زنداں تھا

دلِ بیتاب! آخر مجھ کو وہ عالم دکھا لایا
جہاں سرشار تھے جلوے نظارہ گل بداماں تھا

مبارک اہلِ دنیا کو بساط آرائیاں اُن کی
ہمارے پاس تو اِک دل تھا وہ بھی داغ ساماں تھا

وہ مرگِ بیکسی جس میں کفن پایا نہ لاش اُٹھی
اجل مجھ سے پشیماں تھی، اجل سے میں پشیماں تھا

غضب تھا اے کے انگڑائی کسی کا مُسکرا دینا
مثالِ ماہِ نو ہر داغِ دل آتش بداماں تھا

وہ اک جذبِ سکوں جس پر حیاتِ جاوداں صدقے   اثر اُس زندگی کا راز مر جانے میں پنہاں تھا

کوتاہ مثل قسمت دستِ سوال ہوتا — اے دل! جو عاشقی میں تجھ کو کمال ہوتا
اُن کو ملال ہوتا یا انفعال ہوتا — اِس مرگِ بیکسی کا کچھ تو مآل ہوتا

لاتے نہ تاب لاتے تم جلوہ تو دکھاتے — اچھا بُرا جو ہوتا اس دل کا حال ہوتا
معیار زندگانی ہوتی جو شامِ فرقت — ہر لمحہ ایک ساعت ہر ماہ سال ہوتا
دشوار ہے وہ آئیں اے شمعِ قبر گل ہو — کیوں خاک میں ملاتے گر کچھ خیال ہوتا
ہوتا جو وصل حاصل یہ بھی خبر ہے اے دل! — جینا وبال ہوتا، مرنا محال ہوتا
ممکن نہ تھا چمن سے فصلِ بہار جاتی — تیری طرح جو گل بھی صاحب جمال ہوتا
پچھتا رہا ہوں کیا کیا کیوں چپ رہا وگرنہ — سو سو جواب ملتے جو اِک سوال ہوتا
اب کیا نثار کیجے سینے میں دم رکا ہے — اُسوقت کاش آتے جب دل بحال ہوتا
مڑ کر جو دیکھ لیتا بسمل کی سمت قاتل — ہر قطرہ خون دل کا دل کی مثال ہوتا
ذوقِ غمِ فنا میں دل کا یہ رنگ دیکھا — جتنا زوال ہوتا اُتنا کمال ہوتا
وہ قبرِ اثر کی روئے لپٹ لپٹ کر — جنکو کہ نام اُس کا وجہِ ملال ہوتا

اُٹھا کیں ٹیسیں، گھٹا کیا دم، مگر نہ اُف کی، نہ سینہ کوٹا
خدا خدا کر کے شب کی اُلجھن میں آپ ہی دل کا پھوڑا پھوٹا
گلوں کی نکہت میں تیرا بستر تجھی سے بادِ سحر معطّر
مگر نزاکت میں تیرا ہمسر نہ کوئی غنچہ نہ کوئی بوٹا

وفا و اُلفت جتا جتا کے، حیا سے گردن جھکا جھکا کے
ادا سے دل کو لُبھا لُبھا کے بتوں نے اے کردگار لوٹا

نقاب رُخ سے اگر اُٹھائی تو منہ کو ہاتھوں سے پھر چھپایا
ادا نے بجلی گرائی دل پر حیا نے صبر و قرار لُوٹا

بُرا ہو اِس مرگ بیکسی کا کہ نام رُسوا ہے عاشقی کا
سنا کسی نے تو ہنس کے ٹالا مگر نہ اشکوں کا تار ٹوٹا

یہ آج کس کا جنازہ اُٹھا کہ گھر سے نکلا وہ سر برہنہ
غرور کیسا کہاں کی نخوت خیال عز و وقار چھوٹا

وہی ہے شورش، وہی ہے کاوش، نہ ہوش مجھکو نہ صبر دل کو
جنوں تو دیکھو وصال میں بھی نہ شغل سعی وصال چھوٹا

بہت ہی حضرت کو طیش آیا مگر بجز صبر کیا تھا چارہ
اثر کو محفل میں رات اُسنے کسی پہ رکھکے بنایا جھوٹا

بیخودی ہنگامہ آرا تھی جنوں کا جوش تھا
نعرۂ مستانہ گلبانگ وداع ہوش تھا

کسقدر بیگانہ راحت دل غم کوش تھا
سازِ ہستی ایک دم درس خاموش تھا

دیکھنا شوخی کہ ساقی کب ہوا ظرف آزما
جبکہ ہی چھلکا ہوا پیمانہ مینوش تھا

ہجر کی راتیں، وہ سناٹا، وہ اُلجھن وہ خلش
نالہ فرط ضعف سے مُہر لب خاموش تھا

دل کے پردے میں ابھی تک جنبش مستانہ ہے — جلوۂ سرشار تیر نغمۂ خاموش تھا

وہ زمانہ یاد ہی کیوں آئے دل ضبط آشنا — نالۂ شبگیر شور حشر سے ہمدوش تھا

مے پرستی چھوڑ کر کیا کیا ہوا ہے انفعال — ایک جام بیخودی کفارۂ صد ہوش تھا

محفلیں سونی پڑی ہیں اب وہ ہنگامے نہیں — ایک دیوانے کے دم تک سب خروش جوش تھا

اشتیاق ذبح میں بسمل کی اللہ رے خوشی — خون رگوں میں رقص کرتا تھا یہانتک جوش تھا

کشمکش میں آرزوئیں صرف حرماں ہوگئیں — میں رہین لذت غم دل تمنا کوش تھا

دلمیں تھے سو داغ اور ہر داغ میں زخم کہن — یاد آیا میکہ پھولوں سے بھرا آغوش تھا

انتظار ساقی مہوش کی لذت کچھ نہ پوچھ — دل وفور شوق سے جام مئے سرجوش تھا

تھا شبستان تصور میں کوئی جلوہ فروش — داغ چشم منتظر دل حلقۂ آغوش تھا

جسکے دلمیں جسقدر تھا ذوق مستی رہ گیا — محفل ساقی میں ہر اک بے پئے بیہوش تھا

یہ تغافل پردہ لطف و مروت ہے اثر — حسن بے پروا کا سائل کی صدا پر گوش تھا

برق پاش حسن کبتک یہ حجاب — دے رہی ہیں اب مری آنکھیں جواب

موت کو سمجھا مآل زندگی — خواب میں دیتا رہا تعبیر خواب

آبلے دل کے سبھی یوں پھوٹ کر — جس طرح دریا میں اٹھ اٹھکر حباب

پھول سجدے میں گرے شاخیں جھکیں — دیکھکر گلشن میں تجھ کو بے نقاب

حسن رقصاں تھا رخ گلنار پر — ہائے وہ اس شوخ کا عہد شباب

عقل شل ہے پائے ہمت مضمحل
اللہ اللہ! اے مرے عالی جناب

نیند کیا آئے مجھے اے ہم نشین!
لیگیا اک شوخ چشم آرام و خواب

اسمیں پنہاں ہیں رموزِ بیخودی
تیری خاموشی پہ میرا اضطراب

اسکی چشمِ برق زا کا ہے اثر
ایک ادنیٰ سا کرشمہ آفتاب

اک فقط سانس کا شمار ہے اب
یعنی اپنا ہی انتظار ہے اب

سب غلط، کس کو انتظار ہے اب؟
سانس لینا بھی ناگوار ہے اب

یادگارِ سرور دوشینہ
میری آنکھوں میں کچھ خمار ہے اب

درد نے روح تازہ پیدا کی
بیقراری ہی میں قرار ہے اب

دل تو رخصت ہوا اثر کب کا
صرف اک داغ یادگار ہے اب

تیری نگاہِ میکش میخانۂ محبت
میرا دل شکستہ پیمانۂ محبت

تم جب اسے سنو گے سر پیٹ دھنو گے
پُر درد اسقدر ہے افسانۂ محبت

اے شوق نامرادی بنیاد تک مٹا دے
آباد اب نہ ہوگا غمخانۂ محبت

مخمور چشم ساقی اسوقت ہائے ہوگیا
معمور ہو گیا جب خمخانۂ محبت

میں نے کہا جو اس سے دل قدر کے ہے قابل
کافر نے توڑ ڈالا پیمانۂ محبت

دل کو گداز کرکے سینہ فگار کرکے
آیا ہے تیرے در پہ دیوانۂ محبت

تو نورِ بزمِ عرفاں، میں سوزِ قلبِ عاشق، — تو شمعِ حُسن اور میں پروانۂ محبّت
اِک حرفِ آرزو کا مُنہ سے نکلگیا تھا — وہ بنگیا جہاں میں افسانۂ محبّت
لوحِ وفا پہ دل نے لکھا ہے یہ مُعمّا — قربانیٔ تمنّا، تشکرانۂ محبّت
یہ آبلے نہیں ہیں دلمیں اثرؔ کے ظالم — ارمان بنگئے ہیں دُردانۂ محبّت

تاج تھا نور کا اُنکے سر پر — سر جُھکائے تھے جو تیرے در پر
وہم ہے ہستی بیمارِ فراق — ایک پرچھائیں سی ہے بستر پر
دیکھ لو ایک نظر پھر مجھ کو — توڑ دو تیر بھی اِک نشتر پر
اثرؔ خستہ جگر آیا ہے — مانگنے بھیک تمھارے در پر

عقل ہے دنگ اے کریم تیرا شعار دیکھکر — بخشدیئے مرے گُنہ اُن کا شمار دیکھکر
ساقی و بزمِ مے نہیں مطرب و چنگ و نَے نہیں — رُوں نہ زار زار کیوں ابرِ بہار دیکھکر
مرنے کے بعد بھی ذرا چین نہ قبر میں ملا — اُسنے مجھے جگا دیا سوئے مزار دیکھکر
چاک ہوئی قبائے گل بادِ سحر کی چھیڑ سے — مست ہر اک نخل ہے جوشِ بہار دیکھکر
بیم نہیں رجا نہیں رشک نہیں فغاں نہیں — پھر گیا دل بہشت سے کوچۂ یار دیکھکر
شورشِ دل نے اے اثرؔ کیا کہوں کیا مزا دیا — اُسنے نمک چھڑک دیا سینہ فگار دیکھکر

کس طرح کے ظلم ہیں یہ عاشقِ ناشاد پر
آسماں قربان ہوتے ہیں ستم ایجاد پر

وہ اُداسی چھائی تھی جیسے بھرا گھر لٹ گیا
آج ہم بھی رو دئے حالِ دلِ ناشاد پر

اُف نہ نکلی منہ سے جب تک خنجرِ قاتل چلا
ضبط مشکل ہو گیا لیکن مبارکباد پر

ابکی ایسی مست آئی صحنِ گلشن میں بہار
پڑ گئے غفلت کے پردے دیدۂ صیاد پر

اک جہاں کی سیر کی ہمنے مگر دیکھی نہیں
مستقل کوئی عمارت ظلم کی بنیاد پر

گرم لوہے سے چھوا کرتا ہے کوئی دل و داغ
موت پردا ڈال دے بزمِ طرب کی یاد پر

یوں مصیبت میں نمایاں جوہرِ ذاتی ہوے
نقش اُبھریں جس طرح تیزاب سے فولاد پر

وہ بھی کیا دن تھے کہ تالو سے زباں لگتی نہ تھی
نالے پر نالے تھے اور فریاد تھی فریاد پر

گو کہ عنواں درد ہی آغاز موت انجام گم
پھر بھی جاں تک نذر ہے عشق و فا بنیاد پر

رو کے میں کہتا رہا وہ شوق سے سنتے رہے
وصل کی راتیں نثار اس ہجر کی روداد پر

ہوش اتنا تو رہا دیوانگی میں بھی اثرؔ
دل میں نشتر تھا نظر تھی چہرۂ فصاد پر
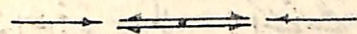
قیامت ہے نہ تم نے سیر دیکھی خوش نظر ہو کر
مری آنکھوں سے ٹپکے اشک خوں گلہائے تر ہو کر
پلٹ آ گیا حرم کو جا رہا ہے باخبر ہو کر
کسی کی راہ میں مٹ جا نشانِ رہگذر ہو کر

کبھی جو گریۂ شب میں غضب کا درد بھرتے تھے
دھرے زانو پہ سر بیٹھے ہیں مایوسِ اثر ہو کر

سنورنے والے! ایسی بھی کوئی تدبیر ممکن ہے؟
کہ تجھ کو دیکھ لوں جی بھر کے، دل سے بے خبر ہو کر

تکلف برطرف، بے کار سازی پردہ داری ہے
کہیں رہتا ہے جذبِ شوق پابندِ نظر ہو کر

وہی سرمایہ دارِ لذّتِ بیدادِ پنہاں ہیں
جگر میں رہ گئے جو تیر پیوندِ جگر ہو کر

اُدھر انگڑائیاں لیتی ہوئی بادِ بہار آئی
اِدھر ٹپکا گلوں سے رنگ صہبائے نظر ہو کر

مرے آئینۂ دل میں ہے وہ مصروفِ آرائش
کبھی آنکھوں میں رہتا تھا جو لیلائے نظر ہو کر

بہائم کیوں نہ بہتر ہوں، درندے کیوں نہ افضل ہوں
نہیں تمئیزِ خوب و زشت جب ہم کو بشر ہو کر

رگ و پے میں سرایت کر گیا ہے سوزِ غم ایسا
کہ آنسو نورِ آنکھوں کا جلاتے ہیں شرر ہو کر

کبھی ہوں دیدہ حیراں کبھی آئینۂ صافی
تمھارا نقشِ پا بن کر، تمھارا سنگِ در ہو کر

بھٹکتا پھر رہا تھا ہر طرف میں شوق کے ہاتھوں
دکھائی شکل منزل بیخودی نے راہبر ہو کر
نہ مجھ کو تابِ گویائی نہ اُن کو ذوقِ شنوائی،
ہوا ختم ایک آنسو پر فسانہ مختصر ہو کر
اُداسی بڑھ گئی کچھ اور بھی گورِ غریباں کی
وہ گذرے شکلِ بیگانہ جو گذرے بھی اِدھر ہو کر
جنونِ قیس کامل تھا کہ دل میں تھی اثرِ لیلےٰ
اُڑائی خاک صحرا کی مگر آشفتہ سر ہو کر

خود زیست ہی نمائش بیکار ہے یہ کاوش
موقوف ہی فنا پر اس عقدہ کی کشائش
آواز دے رہے ہیں ایک ایک کا نام لیکر
مقتل میں ہو رہی ہی کشتوں کی آزمائش
کیا شانِ دلبری ہی جانوں پہ تنگیٔ ہی
در پردہ دشمنی ہے ظاہر میں ہی نوازش
سوزِ غم نہاں کی کرتا ہوں شرح یعنی
آنکھیں ہیں اور نہ آنسو چھالوں کی ہی نمائش
بیخوار رو رہے ہیں موتی پرو رہے ہیں
کہتی ہی شرمساری رحمت کی ہوگی بارش
مقصود بن گئی ہے ناکامیٔ تمنّا
حرماں پہ خندہ زن ہی محرومیٔ گزارش
ہنگامِ ضبطِ گریہ اب کے اثر نہیں ہے
وہ مہربان ہوئے ہیں اشکوں کی ہو تراوش

کون آتا ہے مزارِ دلِ ویراں کیطرف | اپنے بیکس کیطرف سوختہ ساماں کیطرف
تھا یہ مطلب کہ رہائی کی توقع نہ رکھو | مشتِ خاک اُسنے اُڑادی درِ زنداں کیطرف
رونقِ بزمِ چراغاں تو بہت دیکھی ہے | اک نظر دیکھ لو میرے دلِ سوزاں کیطرف
حفظِ ناموس کہاں عشق کہاں دیوانو! | جاؤ تم دشت کو میں جاتا ہوں زنداں کیطرف
دل سے آوارگیِ عشق کی لذت نہ گئی | کھینچ لایا ہے مجھے عالمِ امکاں کیطرف
عبرتِ دہر کا اک دفترِ پُر معنیٰ ہے | غور سے دیکھو اثر گورِ غریباں کیطرف

جائیے جائیے بس ہو چکی غمخواریِ دل | جان کے ساتھ ہی اب جائیگی بیماریِ دل
میں ہوں پابندِ محبت مرا مذہب ہے یہی | کہ ہو آسائش کونین سبکباریِ دل
کعبہ و دیر کی رونق ہے اسیکے دم سے | بندۂ عشق کو لازم ہے پرستاریِ دل
تیغِ ابرو سے نہیں بچنے کی صورت کوئی | داغ اُبھرے کبھی تو کیا بھر داریِ دل

جلوۂ حسن سے معمور ہے کاشانۂ دل | اک عالم ہے پرستارِ صنمخانۂ دل
مدعا تھا وہی جسکو میں وسیلہ سمجھا | کوئی مجھسا بھی نہو عشق میں بیگانۂ دل
اک نگاہِ غلط انداز میں کچھ سے کچھ تھا | ایسا اجڑا کہ نہ آباد ہوا خانۂ دل
یہ شرف کم نہیں اے آدمِ خاکی تیرا | اُسنے اپنے لئے تعمیر کیا خانۂ دل
یاد ایام کہ جب شوق کا یہ عالم تھا | اپنے ہی دل سے کہا کرتے تھے افسانۂ دل

ٹوٹے شیشے کی بھلا قدر کرے کیا کوئی
اے اثرؔ بزم سے مے جاؤ یہ پیمانۂ دل

جب دل نہو پہلو میں دلدار سے کیا حاصل
کیا لطف تڑپنے کا آزار سے کیا حاصل

بھر دے مرے سینے میں تو آگ محبت کی
دل خاک نہو جب تک دیدار سے کیا حاصل

اے گریۂ ناکامی سب داغ مٹا دل کے
صحرا کی تمنا ہے گلزار سے کیا حاصل

امید تکلم میں لبسل ہے ہر اک جذبہ
جب دل کا یہ عالم ہو گفتار سے کیا حاصل

آغاز تحیر ہے، انجام فنا ہونا
اے شوق ستم کشتہ دیدار سے کیا حاصل

ایک کافر کے مبتلا ہیں ہم
کہنے کو بندۂ خدا ہیں ہم

یادگار رہِ وفا ہیں ہم
اک مٹا سا نشانِ پا ہیں ہم

دل سے کہتے ہیں آرزو دل کی
شاید اپنا ہی مدعا ہیں ہم

آہ کس سے کہیں کہ ہم کیا تھے
سب یہی دیکھتے ہیں کیا ہیں ہم

قابلِ دید ہے ہمارا حال
عبرت دہر کی بنا ہیں ہم

کیسا غش تھا کہ ہوش آنے پر
اپنی ہی جان سے جدا ہیں ہم

موت میں زیست دیکھنے والو
دیکھ لو زیست میں فنا ہیں ہم

ہم سے کھنچنا تمھیں نہیں زیبا
بادشہ کچھ نہیں گدا ہیں ہم

دمِ آخر بھی آپ کیوں آئے
جائیے جائیے خفا ہیں ہم

اب کرم کی بھی ڈلکو تاب نہیں   کسقدر کشتۂ جفا ہیں ہم
جبر بھی وہ کرے تو رحمت ہے   کس مرض کی اثر دوا ہیں ہم

اب وہی ہم ہیں کہ فریاد کیا کرتے ہیں   اک زمانہ تھا جسے یاد کیا کرتے ہیں
خودبخود دل میں اسیری کی ہوس پیدا ہو   باتیں کس قہر کی صیاد کیا کرتے ہیں
جب اسیروں کو نہیں رہتی رہائی کی ہوس   ایسی حالت میں وہ آزاد کیا کرتے ہیں
کسکو معلوم کہ خوشنودی محبوب ہے کیا   باتیں کچھ دل سے سب ایجاد کیا کرتے ہیں
اب تو کچھ عرش کے آگے ہے تصور اپنا   اِک جہاں اور ہم آباد کیا کرتے ہیں
ٹوٹ کر رہ گیا نشتر ہی رگ جاں میں آخر   کیا یوہیں خاطر فصاد کیا کرتے ہیں

ان حسینوں کی نگاہیں فتنہ ساماں ہو گئیں
بجلیاں بن کر گریں اور دل میں پنہاں ہو گئیں
دل سے آنکھوں تک تھے جلوے آہ! کیا کیا وصل میں
بستیاں یہ سب سحر ہوتے ہی ویراں ہو گئیں
نزع میں اک دوسری دنیا ہوئی پیشِ نظر
مشکلیں ہم تو سمجھتے تھے کہ آساں ہو گئیں
ہے ہر اک موجِ ہوا میں زلف کا سا پیچ و تاب
اس تکلف سے تری زلفیں پریشاں ہو گئیں

اِک زمانہ تھا کہ ہم تھے دل تھا اور شوقِ وصال
اب وہ باتیں ہم نشیں! خواب پریشاں ہو گئیں

اِس سے اندازہ مرے دل کے تلاطُم کا کرو
چار بوندیں آنکھ سے ٹپکی تھیں طوفاں ہو گئیں

کارفرمائے دو عالم ہیں ادائیں حُسن کی
جز و ہستی بن گئیں اجزائے ایماں ہو گئیں

دل کے زخموں کی طرف اُلٹا بہا زہراب خوں
بند آنکھیں ضبطِ گریہ سے نمکداں ہو گئیں

تیری آنکھوں کا تصوّر محشرِ نظّارہ ہے
آنکھیں ہی آنکھیں جدھر دیکھو نمایاں ہو گئیں

وقتِ آرائش عناصر میں ہوئی یہ کشمکش
بجلیاں پِس کر ترے ماتھے کی افشاں ہو گئیں

اللہ اللہ! اِس دلِ مجروح کی افسردگی
باغ میں کلیاں چٹک کر پھر سے کلیاں ہو گئیں

حُسنِ یوسف میری نظروں میں سماتا ہی نہیں
وہ زلیخا کی نگاہیں تھیں کہ زنداں ہو گئیں

منتشر تھیں جلوہ آرائے ازل کی قوّتیں
شوقِ خود بینی میں یکجا ہو کے انساں ہو گئیں

اب خراشِ سینہ کی ہمت کہاں باقی اثر　　دل جگر کی قوتیں صرفِ گریباں ہو گئیں

ضبط کی تاب نہیں طاقتِ فریاد نہیں　　آج تو ہی نہیں یا میں دلِ ناشاد نہیں

چشمِ عبرت سے ذرا دیکھ سوئے بزمِ جہاں　　اِک عزاخانہ ہے جسمیں کوئی دلشاد نہیں

کیوں اُدھر دیکھتی ہے رشک کی نظروں سے بہشت　　یہ خراباتِ مغاں جنتِ شداد نہیں

آشنا درد کی لذت سے نہیں دل ورنہ　　جسکو بیداد سمجھتے ہیں وہ بیداد نہیں

دل ہی قابو میں نہیں چپ ہوں وگرنہ صیاد　　کون انداز فغاں ہے جو مجھے یاد نہیں

جلوۂ عشق سے لبریز ہے دنیائے خیال　　شوق لیکن یہی کہتا ہے کہ آباد نہیں

وعدۂ شوق میں باقی نہ رہی کچھ بھی تمیز　　تمکو کیا یاد دلائیں ہمیں جب یاد نہیں

بدگماں کو ہے یقیں حوصلۂ غم نہ رہا　　اور یہاں ضعف سے اب طاقتِ فریاد نہیں

توڑ کر سینے کو بے لاگ نکل جاتی ہے　　کھینچکے جو آئے لبوں تک مرے فریاد نہیں

حسن کی عشوہ گری نام ہے جس کا شیریں　　عشق کا فیض ہے تیشہ نہیں فرہاد نہیں

غمِ ہستی کے سوا اور نہ کچھ ہاتھ آیا　　ہے بھلا دیکھو تو اس دہر کی بنیاد نہیں

دامنِ بحر میں قطرہ ہے "انا البحر" کا ساز　　اور کچھ نغمۂ منصور کی روداد نہیں

اُسنے کس لطف سے پوچھا کہ اثر کیسے ہو　　بیخودی کا ہو بُرا کہہ دیا کچھ یاد نہیں

ساتھ اک حشر کا سامان لئے جاتے ہیں　　جس لئے آئے تھے وہ کام کئے جاتے ہیں

دیکھنے دیجئے وہ حُسن کے گاہک آئے　مجھ کو طعنے سرِ بازار دیئے جاتے ہیں

دلِ مجروح کی راحت میں سبھی ہیں کوشاں　اپنے دامن سے ہوا زخم دیئے جاتے ہیں

اُن کو فرصت نہیں اتنی کہ دوبارہ دیکھیں　اک نظر میں دل و جاں دونوں لئے جاتے ہیں

جس طرف سے وہ گذرتے ہیں یہ آتی ہے صدا　دل لئے جاتے ہیں اور درد دیئے جاتے ہیں

کون ہاتھوں سے ترے خستہ و رنجور نہیں　اور ہو مشقِ ستم حشر بھی کچھ دور نہیں

کھینچ لا دل کو بھی آنکھ نہیں کہ آجائے قرار　برق مضطر ہے ترا جلوہ پُر نور نہیں

دل کی منزل میں ہی اُس رشکِ مسیحا کا مقام　دستے نرگس کے ہیں آراستہ ناسور نہیں

سختیاں جھیل کے تکمیل محبت کیا خوب!　عشقبازی ہی اثر پیشہ مزدور نہیں

تپشِ شوق کا یہ رنگ تھا اُس محفل میں　دل کھنچا آتا تھا آنکھوں میں کلیجا دل میں

ڈھونڈتا تھا تجھے اور آپ کو پایا میں نے　میری ہی حسرتِ دیدار تھی تیرے دل میں

ایک حسرت کے نکلنے کو نہیں کافی عمر　اور یہاں محشر حسرت ہے خدایا دل میں

نجد کے بادیہ پیما تری وحشت کے نثار　یہ تصور ہے ترا جلوہ نما محمل میں

کثرتِ جلوہ فقط عشق کی صناعی ہے　عالم حسن ہی اک عالم حیرت دل میں

اسکی قسمت ہے وہی اس کا ستارہ ہے وہی　جان اٹکی ہو اثر کی ترے رُخ کے تل میں

ایسا بھی مسافر کوئی دیکھا ہے وطن میں — صیاد قفس بھول گیا میرا چمن میں

ہاں کاوش دل تیز نگہ پیر تنے جائیں — ناسور رہی ناسور ہوں ہر زخم کہن میں

آثار عدم کے مری ہستی سے عیاں ہیں — میں ایک مسافر ہوں جو مہماں ہو وطن میں

اس تشنۂ بیداد نے دل کہتے ہیں جسکو — اک بوند لہو کی نہیں چھوڑی مرے تن میں

لہراتے ہیں گیسو جو ترے رخ پہ ہوا سے — سرگوشیاں ہوتی ہیں جوانانِ چمن میں

منصور کے نغمے پہ ہیں سب کان لگائے — اور عشق کی محفل ہے رچی دار و رسن میں

اتنا ہوا ہنس کے کبھی دیکھتا مجھکو — اٹکا ہی رہا دم ترے ماتھے کی شکن میں

کیوں وقت گنواتے ہو اثر ریختہ کہکر — پیدا نہیں جب میر کا انداز سخن میں

کیا قہر ہے کہ دل میں ترے اثر کریں — نالے جو اک زمانہ کو زیر و زبر کریں

جب کوئی مشغلہ نہو کیونکر سحر کریں — آؤ شب فراق کو رو کر بسر کریں

میرے تو اعتقاد میں اک جرم ہے دعا — جب خود وہ عاصیوں پہ کرم کی نظر کریں

اک محشر خیال ہے اک گلشن جمال — دل کو سنبھالیں یا ترے رخ پر نظر کریں

یہ بات تو نہیں ہے کہ اسکو خبر نہیں — ہم عرض حال آہ کس امید پر کریں

نظارہ کیوں مخل ہو وہ جب دلمیں بس گئے — آنکھوں کو آج حلقۂ بیرونِ در کریں

کھلجائے راز دردِ نہاں کا اگر اثر — خود آرزوے مرگ مرے چارہ گر کریں

یہ طریقہ تو کچھ نہیں احسن | ظاہرا دوست باطناً دشمن
تیری تقلید میں زمانے سے | اُٹھتا جاتا ہے دوستی کا چلن
شاید اُفتادگی بلندی ہے | خاکساروں کا چرخ ہے دشمن،
کون آیا مری شبستاں میں | یک بیک شمعیں ہوگئیں روشن
اُنکی حسرت کا آئینہ ہے خزاں | لیگئے جو ہوائے سیر چمن
بیکسی میں ترا نظیر نہیں | اے وطن! اے مرے غریب وطن!
بندۂ سنجی میں تھا کبھی یکتا | آثر مردہ دل اسیر محن

سوزِ غمِ فراق سے، جان لبوں پہ آئے کیوں؟
مرنے سے پہلے آدمی بس ہو تو مر نہ جائے کیوں
شعلۂ برق تھی نظر پھونک دئے دل و جگر
ایسی ہی چھیڑ ہے اگر جلوہ کوئی دکھائے کیوں؟
زندگی ایک خواب تھی، خواب ہی میں بسر ہوئی
کھلتے ہی آنکھ بند تھی کچھ نہ کھلا کہ آئے کیوں؟
ذوق فنا میں بیخودی عشق کی پردہ دار ہے۔
درد مجھے ستائے کیا، ہجر مجھے رُلائے کیوں؟
کاوش دل بھی ہے وہی کیفِ نظر بھی ہے وہی
اُس سے میں عرض کیا کروں وہ مجھے آزمائے کیوں

منہ سے تو اپنے کہدے کچھ، میرے خلاف ہی سہی،
در کا ترے گدا ہوں میں غیر مجھے اُٹھائے کیوں ؟

تو ہی جو مہرباں نہیں سادہ ورق ہے زندگی
حرفِ غلط ہے آرزو دل نہ اُسے مٹائے کیوں؟

کوفت سے اب یہ حال ہے تارِ نفس ہے زخمہ زن
نغمہ جو دلگداز ہو روح تڑپ نہ جائے کیوں؟

دیکھنے کا نہیں شعور سب ہے نگاہ کا قصور
ہم کو جو دیکھتا رہے ہم سے وہ منہ چھپائے کیوں

محشرِ انتظار میں دل کی بساط ہی تھی کیا؟
طالبِ دید سے آثرؔ آنکھ نہ وہ چُرائے کیوں

دل ہی نہیں کہ آج یہ سارا جہاں نہیں — اب مرے اختیار میں ضبطِ فغاں نہیں
باقی تھا ایک ہوش سو وہ دیگیا جواب — اب کوئی پردہ میرے ترے درمیاں نہیں
بیتابیوں کی جان تغافل ہے یا ستم — شکوہ غلط کہ ہمیشہ وہ بت مہرباں نہیں
لوٹی کسی کی یاد نے دنیا خیال کی — چپ اس لئے نہیں ہوں کہ منہ میں زباں نہیں
ملتا نہیں کہیں دلِ راحت طلب مرا — تم بدگماں نہ ہو مجھے تم پر گماں نہیں
میرا دیارِ عشق مرا شہرِ یارِ عشق — میرا گزر وہاں ہے جہاں آسماں نہیں

اللہ! یہ فراق کی شب ہے کہ روزِ حشر
خود مرا دل بھی آج مرا ہمزباں نہیں

یہ کہکے وہ مریض کے بالیں سے اُٹھ گئے
جو درد میں کراہ سکے نیم جاں نہیں

بت روبروے داورِ محشر خموش ہیں
وہ وقت آگیا کہ دہن ہے زباں نہیں

یا تیرے جور اُٹھانے پر اس دل کو ناز تھا
یا تیرے ناز اُٹھانے کی تاب و تواں نہیں

لذّت کشانِ درد کرو ہوش کی دوا
یہ مشق ہے ستم کی ابھی امتحاں نہیں

غالب کی طرح اور یہ پھیکی غزل آثر
وہ بندشیں نہیں ہیں وہ طرزِ بیاں نہیں

نہ پوچھو کیوں کلیجا دونوں ہاتھوں سے سنبھالے ہیں
ہم اپنا دردِ دل اِک بیوفا سے کہنے والے ہیں

نہیں کھلتا، نہیں کھُلتا فریبِ ہستیِ فانی
کہاں سے آئے، کیوں آئے، کہاں ہم جانے والے ہیں

ہم ایسے ناتوانوں کو نگہ کا وار کافی ہے
ادھر دیکھو تامل کیا ہے کیوں حیلے حوالے ہیں

نہیں شبنم کے قطرے پھول پتی اور سبزے پر
چمن آرا نے ہر سو موتیوں کے جال ڈالے ہیں

جراحت بعد کے جتنے تھے سب ہیں داغ کی صورت
نگاہِ اولیں کے زخم لیکن اب تک آلے ہیں

وہ جانے مصلحت کیا ہے بظاہر تو یہی دیکھا

کہ اکثر بگینہ اُس کی نگہ نے مار ڈالے ہیں

وہ دل جو خوں ہو جائے مئے اُلفت کا ساغر ہے

وہ آنکھیں جو لہو روئیں چھلکتے دو پیالے ہیں

دماغ و دیدۂ دل منزلیں ہیں اُسکے جلوؤں کی

یہ سب پاکیزہ گھر اُسکی نگہ کے دیکھے بھالے ہیں

عجب دلکش نظارہ ہے بکھرنا رُخ پہ زلفوں کا

جھروکوں سے ہزاروں مہ جبیں چہرے نکالے ہیں

آثم کا ذکر سُنکر ہنسکے اُس کافر کا یہ کہنا

بڑے عابد بڑے زاہد بڑے اللہ والے ہیں

آسماں سے کوئی لطف امتحاں ملتا نہیں ۔۔۔ دل لیئے پھرتا ہوں دل کا قدرداں ملتا نہیں

پوچھیئے کس سے کہ منزل دور یا نزدیک ہے ۔۔۔ کارواں ملتا ہے میرِ کارواں ملتا نہیں

بیقرار رہنا ہے پیہم کا گلہ کس سے کروں ۔۔۔ جس جگہ میں ڈھونڈتا ہوں دل وہاں ملتا نہیں

اب ارادہ ہے کہ تجھکو چھوڑ کر آگے بڑھیں ۔۔۔ کچھ نشاں منزل کا اے عمرِ رواں ملتا نہیں

اک نظر نے تیری مجھکو سب سے بیگانہ کیا ۔۔۔ مہرباں ملتا نہیں نا مہرباں ملتا نہیں

سارا عالم آئینہ ہے خود نمائی اسقدر ۔۔۔ پردہ داری کا یہ عالم رازداں ملتا نہیں

طے کیا اوجِ فضا کو رُوح تھک کر رہ گئی ۔ آسماں ملتا ہے تیرا آستاں ملتا نہیں
تبکدے میں دیکھ نیرنگِ جمالِ دلفروز ۔ یوں تو وہ غارتگرِ ایماں کہاں ملتا نہیں
شک نہیں کچھ تیری یکتائی میں اے پردہ نشیں ۔ جسکو تو ملجائے پھر اس کا نشاں ملتا نہیں
کسقدر ہمت شکن ہے مسلکِ اُلفت آثر ۔ رہبری کو نقشِ پائے رہرواں ملتا نہیں

کیا ہے جذبِ دل نے اِس قدر کثرت کو وحدت میں
کہ قطرہ اور دریا ایک ہے چشمِ حقیقت میں
غنیمت ہے وطن کی یاد بھی اندوہِ غربت میں
وگرنہ کون کِس کا ساتھ دیتا ہے مصیبت میں
بتا دوں اُن گنہگارانِ الفت کی سزا کیا ہے
قیامت کہہ کے تم کو جو پکارینگے قیامت میں
ہر اک نقشِ قدم پر اپنے سو سو سجدے کر غافل
عبودیت اسی کا نام ہے سودائے الفت میں
تعجّب کیا سیہ بختی ہمارے کام آجائے ،
سُنا ہے ایک راحت کا بھی پہلو ہے مصیبت میں
دبے پاؤں قیامت فاتحہ خوانی کو آتی ہے
شبِ فرقت کا اِک جاگا ہوا سوتا ہے تربت میں

نہیں ذوقِ گنہ لطف ندامت حاجتِ گریہ
الٰہی دل نہیں لگتا ہمارا ایسی جنت میں
ازل کی بزم افروزی فسانہ ہوتی جاتی ہے
ذرا پھر جلوہ آرا ہو شبستانِ محبّت میں
ہر اک خارِ الم نشتر سے بڑھ کر دل میں کھٹکے گا
قدم رکھنا سنبھل کے اے اثرؔ دشتِ محبت میں

شوق کہتا ہے کہ روز اک دل نیا پیدا کریں
یوں کسی کے حسن روز افزوں کا نظارا کریں
عشق ہے ضبط آزما، او ہنسنے والے! کیا کریں
ورنہ اِک اُف میں زمانے کو تہ و بالا کریں
حشر کے پہلے جہاں میں حشر اِک برپا کریں
آؤ ہم تم منتشر اجزائے دِل یک جا کریں
نزع میں اخفائے راز عشق کیا کم تھی مہم
آپ کو لازم نہ تھا بیمار سے پردا کریں
کوئی اتنا پوچھ لے دیدار بھی ہو گا نصیب
حکم قاتل ہے کہ بسمل حشر تک تڑپا کریں

مرنے والے سے کسی کا ہاے شکوہ زیرِ لب
تھا یہی عہدِ وفا ؟ کیا وعدہ فردا کریں
اِس چڑھی ندّی کو یارب کوئی روکے کس طرح
آنسوؤں کے ساتھ لختِ دل بھی جب اُمڈا کریں
دل کی خلوت گاہ میں یہ کون ہے جلوہ نما
رشک کہتا ہے کہ اپنے آپ سے پردا کریں
یہ طلسمِ شوق دیکھیں اور کیا کیا دے فریب
کھو کے دل اب ہوش آیا ہے نظر پیدا کریں
طائرِ جاں کو پرِ پرواز ہے یہ قیدِ تن،
ہم لیئے پھرتے ہیں اپنے ساتھ زنداں کیا کریں
جوشِ وحشت میں آخر گھر کو تو صحرا کر چلے،
اب ارادہ ہے جنوں کو بادیہ پیما کریں

نالۂ جانسوز کی تاثیر ہوں — خاک ہو جانے پہ بھی اکسیر ہوں
میں نمونِ وہمِ باطل دہر سے — اس پریشاں خواب کی تعبیر ہوں
مجھ میں پنہاں ہیں رموزِ معرفت — دفترِ ایجاد کی تفسیر ہوں
وہ معمّا ہوں کہ جس کا حل نہیں — خود گرہ خود ناخنِ تدبیر ہوں

جس کا بننا اور بگڑنا ایک ہے
عاشقِ ناکام کی تقدیر ہوں

ناز کا تیرے مُرقعِ حُسن ہے
میں نیازِ عشق کی تصویر ہوں

ہجر تک محدود ہے ہستی مری
میں فریبِ شوق کی جاگیر ہوں

موت کو ہے ننگ جسکے نام سے
صید گہ میں وہ زبوں نخچیر ہوں

اُسکی رحمت کو حیا آنے لگی
کسقدر آلودۂ تقصیر ہوں

ہمت افزا ہیں مری ناکامیاں
اے اثرؔ کیوں قائلِ تقدیر ہوں

اے بتو! اہلِ دل کا پاس نہیں
ایک بھی تم میں حق شناس نہیں

واعظوں میں یہ رسم ہو تو ہو
مذہبِ عشق میں ہراس نہیں

شمع تجھ کو سحر مبارک ہو
ہم کو تو اسقدر بھی آس نہیں

ابھی ناکامیوں کی حسرت ہے
ابھی بدبختیوں سے یاس نہیں

کون یہ ہمکلام تھا مجھ سے
ہائیں! کوئی بھی آس پاس نہیں

شاعری کہتے ہیں اسی کو اثرؔ
لطفِ تخئیل ہے قیاس نہیں

دل میں وہ درد نہیں لذتِ آزار نہیں
تجھ میں پہلی سی خلش کیوں نگہِ یار نہیں

آبلہ زارِ تپش ہے یہ دلِ زار نہیں
اے جنوں! کیا ترے صحرا میں کوئی خار نہیں

خنجر و قاتل و مقتول نہ جبتک تڑپیں
کھیل لڑکوں کا ہے وہ عشق کی پیکار نہیں

ننگِ ہستی ہے وہ دل جو نہیں پارہ پارہ
کوڑھ کا داغ ہے وہ آنکھ جو خونبار نہیں

اک فقط میں ہی نہیں حیرتیِ بزمِ جمال
کون مشتاق ہے جو نقش بدیوار نہیں

خونِ دل میں رہے آلودہ ہر اک تارِ نفس
رشتۂ عشق ہے یہ سبحہ و زنار نہیں

گھولدے جام میں ان بھری آنکھوں کا سرور
میرے ساقی ابھی میکش ترا سرشار نہیں

ہاں طرحدار ہے تو بھی مگر اے شاہدِ گل
وہ جنوں خیز ترے لب نہیں رخسار نہیں

نہ بلا سامنے اپنے کہ حیا آتی ہے
وہ خطا وار ہوں رحمت کا سزاوار نہیں

ہاتھ اُٹھتا ہی رہا سوے گریباں اپنا
ہوش کب تھا کہ گریباں میں کوئی تار نہیں

ہر دو عالم کبھی ملتے تھے عوض میں جسکے
اب اُسی دل کا کوئی مفت خریدار نہیں

آرزوؤں کا نکلنا ہے فنا ہو جانا
مدعا دل کا بجز حسرتِ دیدار نہیں

سازِ بشکستۂ دل سے نہ صدا نکلے گی
چھیڑتا کیا ہے کہ ثابت کوئی اب تار نہیں

خود بخود رخ پہ بکھرنے لگیں زلفیں اُنکی
آج بیمار کے جینے کے کچھ آثار نہیں

ہمسے اِک رندِ خرابات یہ کہتا تھا اثر
بزمِ ہستی میں جو ہشیار ہے ہشیار نہیں

اب جو صلے فغاں کے نہ ضبطِ فغاں کے ہیں
طالب کسی سے اِک نگہ جانستاں کے ہیں

اللہ رے شوقِ دید کی معجز نمائیاں
حیرتکدہ میں دل کے نشاں لامکاں کے ہیں

کچھ داغ ہیں جو سینہ پہ خوں میں لالہ ساں
یہ نقش اولیں مرے دردِ نہاں کے ہیں

بجلی بنینگے خانۂ صیاد کے لئے
تنکے بچے ہوے جو مرے آشیاں کے ہیں

سجدے میں جنکے سامنے جھکتے ہیں آسماں
وہ خاک آرمیدہ ترے آستاں کے ہیں

دانستہ جسنے شوق میں منزل کو گم کیا
دنبالہ گرد ہم بھی اُسی کارواں کے ہیں

فقرے جو بیخودی میں زبانسے نکل گئے
سرمایہ دار علم بدیع و بیاں کے ہیں

اِک دن بہار دیکھ دلِ لخت لخت کی
یہ اشک گلفروش اُسی بوستاں کے ہیں

ہیں تر زبان مدّت صہبا میں شیخ عصر
یہ تلخ تجربے انھیں آخر کہاں کے ہیں

ایجاد ہو رہی ہیں ادائیں نئی نئی
کیا اہتمام قتل میں اک نیم جاں کے ہیں

کعبے کا عزم اور یہ بیہوشیاں آثر
شکوے زباں پہ سختیِ جورِ بتاں کے ہیں

وہ انتہائے شوق کی بیہوشیاں کہاں
وہ زانوئے حبیب وہ خواب گراں کہاں

ہے مژدۂ نشاط غمِ بیکراں کہاں
تمہید ہے بہار کی غافل خزاں کہاں

ہمّت ہی دے جواب اگر تو نہ دے جواب
میں ڈھونڈھتا پھروں تجھے آخر کہاں کہاں

دل کیوں ہوا تو رمزِ حقیقت سے آشنا
اب دامنِ خیال کی گلکاریاں کہاں

بلبل کی اک صفیر تھی یا برق شعلہ زن
گلشن کہاں بہار کہاں آشیاں کہاں

رہرو ہیں جتنے سبکی ہے منزل جدا جدا
تیرا فقط گماں ہی یہاں کارواں کہاں

پردے میں خامشی کے لرزتی رہی صدا
یہ بیقرار دل کہاں ضبط فغاں کہاں

تنکے کا آسرا انہیں صیاد مہرباں
چھوٹا ابھی میں قفس سے تو کیا آشیاں کہاں

رحمت نے تیری نار کو بھی نور کر دیا
میں جھونکتا رہا ہوں آگ میں لیکن دھواں کہاں

گمراہیوں کا لطف ہمرہوں سے پوچھئے
کھویا کہاں کہاں اُسے پایا کہاں کہاں

بے منتِ خمار نہیں لطفِ میکشی
جو دل کہ دردمند نہیں کامراں کہاں

آوارہ پھر رہا ہوں بگولوں کے ساتھ ساتھ
میں اک صدائے دشت ہوں میرا مکاں کہاں

جنت ہے وقفِ کشتۂ تیغِ نگاہِ یار
لیکن وہ قتل گاہ کی رنگینیاں کہاں

کہتے ہیں لوگ حدِ نظر آسمان کو
میری نظر جہاں ہے وہاں آسماں کہاں

لغزش تھی دستگیر ہر اک گام پر اثر
ورنہ میں ناتواں کہاں آستاں کہاں

قطرے عرق کے رُخ پہ نہیں ہیں نقاب میں
تارے چھٹک رہے ہیں شبِ ماہتاب میں

رکھتی ہے لطفِ برق کی چشمک سحاب میں
ہاں ہاں یونہیں چھپائے رہو منہ نقاب میں

قطرہ ہوں وہ جو بند ہے چشمِ حباب میں
دریا ہوں وہ جو موج کشا ہے سراب میں

بے ربط ہو گئی تھی عبارت کہیں کہیں
کاتب نے نقل کی دہی خط کے جواب میں

اے مطربِ خیال سنا دے پھر ایک بار
نغمہ شکستِ دل کا شکستِ حباب میں

تڑپائے جا مجھے یونہیں کچھ دیر اَبھی کہ ہے
اک شائبہ سکون کا میرے اضطراب میں

اُف شرمِ معصیت کہ زباں لڑکھڑا گئی
میں اور عرضِ حال پھر ایسی جناب میں

آنکھوں سے وہ نہاں ہیں مگر جلوہ آشکار
حیران ہوں فرق کیا ہے شہود و حجاب میں

پژمردہ ہو کے پھول گرا شاخ سے تو کیا
وہ موت ہے حسین جو آئے شباب میں

اس بیقرار دل کو مقابل میں برق کے
طغرائے امتیاز ملا پیچ و تاب میں

دلِ خوں کیا ہوا کہ زمانہ بدل گیا　سو انقلاب ہو گئے اِک انقلاب میں
یہ کون سوئے گورِ غریباں گذر گیا　پھر ہچکیاں اُلٹ گئیں ارباب خواب میں
ہے قیدِ تن میں روح حقیقت سے بے خبر　نا آشنائے بحر ہے قطرہ حباب میں
ہنگامۂ فراق میں تھی دل کی کیا بساط　اِک آبلہ تھا پھوٹ گیا اضطراب میں
شیرازۂ حیات بکھر جائیگا اثر　پیمانِ وصل کو یاد نہ کر اضطراب میں

کوئی ویرانہ مثالِ دِل کہاں　اور مجھ دیوانے کی منزل کہاں
خوں ہو کر آنسوؤں میں بہہ گیا　میں بتاؤں کیا کہاں ہے دل کہاں
پائے ہمت میں کہاں جولانیاں　اب وہ شغلِ سعیِ لاحاصل کہاں
قیس کی آوارگی تھی کچھ نہ تھا　نجد کا صحرا کہاں محمل کہاں
بجھ گئے سب داغہائے آرزو　اب وہ پہلی گرمیِ محفل کہاں
یہ تغیر آشنا ہے ہر نفس　چند فرضی خط سمجھ ساحل کہاں
تیری یکتائی میں ہرگز شک نہیں　تو جہاں ہے پھر وہاں محفل کہاں
لوٹ لی غم نے متاعِ آرزو　اُجڑی اِک منزل آثر ہے دل کہاں

بیدادِ دوست کس سے کہوں ہم نفس نہیں　فریاد کیا کروں کوئی فریاد رس نہیں
آدیکھ ضبطِ گریہ نے موتی پروئے ہیں　سینے میں ایک سلکِ گہر ہے نفس نہیں

انکار میں ملے مجھے اقرار کے مزے
قربان اس "نہیں" کے پھر اکبار بس "نہیں"

کس منھ سے دردمند تری آرزو کریں
اک دل کی آرزو ہے مگر دسترس نہیں

خوگر ہوا ہوں رنج اسیری سے اسقدر
خود آشیاں قفس ہی جو کنج قفس نہیں

آواز الرحیل ہے پیغامِ وصلِ دوست
گلبانگ آرزو ہے صدائے جرس نہیں

ہے قلزم دوام میں زیست اک حباب
یعنی ثبات دہر بجز یک نفس نہیں

دونوں جہاں سے عشق نے بیگانہ کر دیا
اب کوئی آرزو نہیں کوئی ہوس نہیں

محرومیٔ جفا کا گلہ کیا کرے اثر
دل اسکو دیدیا جسے کچھ دل سے مس نہیں

ترے آستاں کے ہیں رہنما یہ نجوم و شمس و قمر نہیں
ترا ایک پرتوِ حُسن ہے یہ نمود شام و سحر نہیں

مرے دل میں تو ہے بسا ہوا، مجھے ما سوا کی خبر نہیں
یہ وہ بزم راز و نیاز ہے کہ جہاں مرا بھی گذر نہیں

نہیں دردِ دل میں ذرا کمی، وہی بیخودی ہی جو پہلے تھی
مری عمر یوہیں گذر گئی مگر آہ تجھ کو خبر نہیں

وہی دل کو اپنا بنائے گا کہ دل اُسکو اپنا بنائے گا
رہے غیر بنکے جو سینے میں وہ کسی کا تیرِ نظر نہیں

کہوں کس سے سوزِ غمِ نہاں کوئی ہمنفس ہی نہ ہمزباں
مری بیکسی کی ہے داستاں یہ فسردہ شمع سحر نہیں

کبھی موت کہتی ہے الحذر، کبھی درد کہتا ہے رحم کر،
میں وہ راہ چلتا ہوں پر خطر کہ جہاں فنا کا گذر نہیں

دلِ مضطرب سے غرض نہیں کہ فریب جلوہ ہے آرزو
جو بھٹکتی پھرتی ہے چار سو وہ نگاہِ شوق اثر نہیں

حسن کا جب بس چلا عشق سے سوز و ساز میں
لا کے مجھے پھنسا دیا کشمکشِ مجاز میں

اُف وہ خلش کہ عمر بھر جسم میں سنسنی رہی
کیسی بھری تھیں لذتیں دشنۂ دلنواز میں

اُسکو خدا کہا کہا، کفر اگر ہوا ہوا،
دل کو جو لوٹ لے گیا ایک نگاہِ ناز میں

سر مِرا بھی تھا بہا ہوا اُڈورے بھی تھے پڑے ہوئے
نیند ہی کا نہ تھا خمار دیدۂ نیم باز میں

تم نے یہ جب سے کہدیا حشر ہے حد انتظار
پہلی سی اُلجھنیں نہیں غم کی شب دراز میں

شمع خموش کی طرح زندہ کوئی رہا تو کیا
راز حیات ہے نہاں سوز کے ساتھ ساز میں

کس لئے آنکھ پھیر لوں دیکھ رہا ہوں متصل
جلوے ترے جمال کے آئنۂ مجاز میں

عشق کی سب نمود ہے ورنہ ابھر کے مٹ گئے
نقش سجود غزنوی سنگ درِ ایاز میں

دام بچھے تھے ہر طرف فکر تھی آشیانہ میں
روح اسیر ہو گئی صید گہہِ مجاز میں

عشق کی ابتدا تھی وہ عشق کی انتہا ہے یہ
شوق تھا امتیاز کا تنگ ہے امتیاز میں

عقل تھکا رہوش تھی ہوش ہلاک آرزو
درد نے روح پھونک دی پیکرِ امتیاز میں

وقت وداع ہوش ہے سن نہ سکو گے جاؤ جاؤ
نغمے سسک رہے ہیں جو دل کے شکستہ ساز میں

سعیِ فضول چھوڑ اثر دل کی طرف نگاہ کر   دونوں جہان کے راز ہیں عشق کے ایک راز میں

اس سے بہتر ہے خوشی آپکی یوں غم کیوں ہو   غیر کے گھر میں مری مجلسِ ماتم کیوں ہو

فائدہ کیا کہ جو برہم ہو نظامِ دنیا   کاشفِ رازِ حقیقت دلِ محرم کیوں ہو

شادی و غم جو ملانے میں نہوں دوش بدوش   خندۂ گل سببِ گریۂ شبنم کیوں ہو

ایسے آوارۂ غربت کا نہونا اچھا   کیوں ہو میرے دلِ ناکام کا ماتم کیوں ہو

بارِ الہام سے سینے میں بھی دل ہے کہ نہیں   ضبط میرا سببِ ہستیِ عالم کیوں ہو

غیرتِ عشق گوارا نہیں کرتی ہے اثر   دامنِ زخم بھی آلودۂ مرہم کیوں ہو

ہے حقیقت میں تو آساں ظاہرا دشوار ہو   دار پر چڑھنے سے گر حاصل ترا دیدار ہو

بحرِ طوفاں خیز جب خود ہو بجائے ناخدا   پھر خدا ہی ہے جو بیڑا بیکسوں کا پار ہو

دل کی بربادی میں کیا اسرار تھے ہم بھی سنیں   خوشنما ایسی عمارت اس طرح مسمار ہو

مشق کافی ہو چکی ہنستے ہیں اب زخمِ جگر   ہو جواں نام خدا بھر پور کوئی وار ہو

ہاں نظر بازو دہ سب دعوی تمہارے کیا ہوئے   طالبِ دیدار تھے یا جان سے بیزار ہو

اس طرح دیر و حرم کی سیر کو نکلو اثر   ہاتھ میں تسبیح ہو اور دوش پر زنار ہو

برگشتگی میں بخت کا میرے کیا جواب ہو   اتنا خراب او دلِ خانہ خراب ہو

ہم بھی تو دیکھیں جاتے ہیں کتنے بہشت میں	پہلے جو بیگناہ ہیں اُنکا حساب ہو
جوشِ نمو ہے فصلِ بہاری ہیں دلفریب	یہ ہو نہ ہو حضور کا عہدِ شباب ہو
خمیازہ کش ہیں گل رُخِ رنگیں کے شوق میں	اے شاہدِ چمن تو ذرا بے نقاب ہو
ساقی کی چشمِ مست سے کرتا ہوں میکشی	اسمیں عذاب ہو کہ الٰہی ثواب ہو
اُس حُسنِ دلفروز کو دیکھو جو خواب میں	ہر لمحہ زندگی کا زلیخا کا خواب ہو
رنج و غم والم کا نہ احساس ہو کبھی	ایسا دل آثر میں کوئی انقلاب ہو

بہت دُھندلے نظر آتے ہیں سب نقش و نشاں مجھ کو

یہ میری بیخودی لے جائے گی آخر کہاں مجھ کو

دل آزاری کے جتنے حوصلے ہیں سب نکل جائیں،

زمیں سے چھین لے اِک بار تو اے آسماں مجھ کو

ہوا میں کچھ دھواں سا اُٹھ کے فوراً پھیل جاتا ہے

قفس میں یاد جب آتا ہے میرا آشیاں مجھ کو

میں اب سجدے کروں دل کو سنبھالوں یا بڑھوں آگے

نظر آتا ہے کوسوں سے کسی کا آستاں مجھ کو

مراحل عشق کے طے کر رہا ہوں جوشِ وحشت میں

بتاتی ہیں نشانِ راہ کہنہ ہڈیاں مجھ کو

ہر اک شے میں سکوں کے ساتھ لرزش کا تموّج ہے
نیا عالم دکھاتا ہے مرا ضبطِ فغاں مجھ کو

گناہوں کی وہ کثرت تھی فنائے روح کا ڈر تھا،
کرم سے بخشدی اُس نے حیاتِ جاوداں مجھ کو

شکستِ دل ظفر یابی ہے میدانِ محبّت میں
ملا ہے بارگاہِ عشق سے خونیں نشاں مجھ کو

گذاری عمر ساری رازِ ہستی کے سمجھنے میں
پرستش تیری کرتا اتنی فرصت تھی کہاں مجھ کو

اب اُس منزل میں پہونچا ہوں جہاں حیرت دکھاتی ہے
کبھی تیرا نشاں مجھ کو کبھی میرا نشاں مجھ کو

اثر سوز و گداز و درد و لذت رفعت و جدّت
ملا ہے میر و مرزا سے یہ اندازِ بیاں مجھ کو

پھر بہکنے لگی نظر دیکھو — کون کہتا ہے تم ادھر دیکھو
اب سنبھالے رہینگے ہم دلکو — بھیس تیر کیوں ہو تم نظر دیکھو
ہم نہ کہتے تھے اے نظر بازو — وہ نظر آئے گا جدھر دیکھو
دل کی حالت ردی ہے روز بروز — کیسے مالک ہوا اپنا گھر دیکھو

ہائے تم کیسی نیند سوئے ہو — کون آیا اُٹھو اثر دیکھو

میری بیتابیٔ فریاد پہ مسرور نہ ہو — غمزدے کیا کریں جب ضبط کا مقدور نہو

پھر وہ اُلفت نہوئی بلکہ ہوسناکی ہے — ذرّہ ذرّہ جو مری خاک کا منصور نہو

وصل میں ہجر ہو اور ہجر میں ہو لذت وصل — میں طلبگار ہوں اُس دل کا جو مجبور نہو

اب نظر آتے ہیں دلمیں جو مٹے سے کچھ نقش — ایک بھی اُنمیں نہ ایسا تھا کہ مشہور نہو

ہمیں خلوتکدۂ ناز میں رکھتے ہیں قدم — خیر تو جلوہ نما او بُتِ مغرور نہو

قابلِ رشک ہے وہ دل کہ محبت میں جسے — ہجر کی تاب نہو وصل کا مقدور نہو

اشک خوں بنکے ٹھہر جا سرِ مژگاں ایدل — دار موجود ہے صد حیف جو منصور نہو

دیکھنے کیلئے کچھ فاصلہ لازم ہے کلیم — جو رگِ جاں سے قریب اتنا ہو کیوں دور نہو

بدنما داغ ہے اِک دامنِ ہستی پہ اثر — دل اُسے کیوں کہیں جلووں سے جو معمور نہو

یہی ویرانہ تجلّی گہہ صد طور بھی ہو — دل اگر درد سے لبریز بھی ہو چور بھی ہو

بند آنکھیں ہوئی جاتی ہیں بس اے برق جمال — لطف نظارہ جبھی تک ہے کہ مقدور بھی ہو

تیرے ایثار نے مارا کہ ہے سب دنیا حسن — اب تو للّٰلہ ذرا حسن پہ مغرور بھی ہو

اُنکو منظور دلِ عاشق جو پسند آجائے — شعلۂ آہ سے پیدا اثرِ طور بھی ہو

دیکھو دیکھو مجھے للّٰلہ نہ کافر بنواو — دل کے مالک تو ہو لیکن وہیں مجبور بھی ہو

مُنھ سے بیساختہ اِک آہ نکل جاتی ہے ‏ ‏ ہم نشیں کیا کروں جب ضبط کا مقدور بھی ہو

ایک تصویر تحیر تھی وہ بزم خاموش ‏ ‏ پوچھتے کیا ہو وہاں جب کوئی مذکور بھی ہو

شمع کشتہ ہے شبستانِ محبت میں اثرؔ ‏ ‏ ایسا دل دے اُسے جو نار بھی ہو نور بھی ہو

اِن بتوں تک اگر رسائی ہو ‏ ‏ میرے قبضہ میں کبریائی ہو

اِس خموشی پہ تو یہ عالم ہے ‏ ‏ ہائے گر شوق خودستائی ہو

مجھ کو شک ہے کہ قیدِ اُلفت سے ‏ ‏ بعد مرنے کے بھی رہائی ہو

وہ تڑپتا نہیں کبھی ظالم ‏ ‏ جسنے بھرپور چوٹ کھائی ہو

شعلۂ آہ پھونک دے دل کو ‏ ‏ تا کجا صبر آزمائی ہو

دخترِ رز کا یہ احترام اثرؔ ‏ ‏ رند اور محوِ پارسائی ہو

ہر عمل کی اسی دنیا میں مکافات بھی ہو ‏ ‏ محفلِ وعظ بھی ہو بزمِ خرابات بھی ہو

چاہیئے سانس بھی رُک جائے بہنگامِ وصال ‏ ‏ شوق میں کون سمجھتا ہے اگر بات بھی ہو

سنتے ہیں حشر میں دیدار ترا ہوگا نصیب ‏ ‏ ہائے کیا لطف ہو اس دن کی اگر رات بھی ہو

عشق خود کام کو سودائے فراموشی ہے ‏ ‏ تم سے میں کیا کہوں جب یاد کوئی بات بھی ہو

خواب کیطرح مجھے یاد ہے پیمانِ اَلَست ‏ ‏ یوں ہیں شاید کسی عالم میں ملاقات بھی ہو

شاعری لطف زباں تک نہیں محدود اثرؔ ‏ ‏ ساتھ ہی ساتھ فراوانیٔ جذبات بھی ہو

رو کے میں عرض کروں آہ ملاقات تو ہو — کیوں خفا آپ اثر سے ہیں کوئی بات تو ہو

ساغرِ دل جو ہے لبریز چھلک بھی جائے — نگہِ مست ذرا محوِ اشارات تو ہو

حسرتو گھُٹ کے فنا ہونے میں کچھ لطف نہیں — خونِ دل گر نہ بنو اشک کے قطرات تو ہو

جانِ دنیا بہت آسان ہے لیکن اے دل — پہلے تشریحِ المنا کی جذبات تو ہو

کوئی پوچھے تو سہی آپ کا مطلب کیا ہے — وہ کہا کرتے ہیں الفت میں کوئی بات تو ہو

ضبط میں جذب نہیں جذب میں تاثیر نہیں — وہ رہے دل میں مگر دل میں کوئی بات تو ہو

نگہِ شوق انھیں اُنکی ہی تصویر دکھا — عشق میں جذب نہیں کشف و کرامات تو ہو

یوں فنا ہو غمِ دوری میں دلِ رد نصیب — کہ تری خاک تجلّی گہِ آیات تو ہو

اس سادگی پہ جان مری کیوں فدا نہ ہو — جب دل دکھا کے تو کہے اچھا خفا نہ ہو

گھٹ گھٹ کے مر نہ جائے تو بتلاؤ کیا کرے — وہ بدنصیب جس کا کوئی آسرا نہ ہو

تمنے کچھ اس ادا سے نظر کی تڑپ اُٹھے — اب دل پہ اپنے جبر کرینگے خفا نہ ہو

جو خود سہے درد اُسکو ہو احساس درد کیا — دل کہتے ہیں اُسیکو جو درد آشنا نہ ہو

جس در پہ میں گیا یہ صدا آئی دور دور! — ایسا بھی کوئی تیری نظر سے گرا نہ ہو

تیرے خرام ناز سے وہ بھی نہیں بعید — فتنہ جو چرخِ پیر سے ابتک اٹھا نہ ہو

یہ بات اور ہے کہ وہ ناداں بنگیا — اِک داغ بھی نہیں ہے جو اُسکا دیا نہ ہو

شاعر کی طرح دور سے بس کر مشاہدہ — اندوہ مرگ و زیست میں تو مبتلا نہ ہو

اک تیرے دل میں رحم نہیں ورنہ کون ہو ۔ جو میرا حال سنتے ہی بس رو دیا نہ ہو
یہ کہکے اسنے بخشدئے میرے گنہ سب ۔ تیری سزا یہی ہے کہ تیری سزا نہ ہو
شوریدگی کے ساتھ بڑھیں بد گمانیاں ۔ خود اُسپہ یہ گماں ہو کوئی دوسرا نہ ہو
کیا اسمیں رمز ہے کسی عارف سے پوچھئے ۔ یہ بت اُسیکے ہوتے ہین جن کا خدا نہ ہو
مخفی ہیں لفظ عشق میں دونوں جہاں کے راز ۔ کہنے کو عمر بھر کبھو مطلب ادا نہ ہو
کیا کیا دعائیں مانگتے ہیں سب مگر اثر ۔ میری یہی دعا ہے کوئی مدعا نہ ہو

توڑ دے سینہ کو جلد اے آہ! تو ۔ دم نکلنے دے مرا للّٰہ تو
حُسن کے جلووں کی غایت عشق ہے ۔ مدعا ہے اے دل آگاہ تو
میں نے دیکھے ہیں حسینان جہاں ۔ ان ستاروں میں ہے مثل ماہ تو
دیدۂ حق بیں کا تو ہی نور ہے ۔ ہے سویدا اے دلِ آگاہ تو
فیض سے تیرے ہیں ذرے مجتمع ۔ تو ہی تو ہے ہر طرف اللّٰہ تو
ہاتھ دھو اب جان سے اپنی اثر ۔ ہم تو کہتے تھے نہ اسکو چاہ تو

تماشائے نگاہِ ناز پرور دیکھتے جاؤ ۔ ذرا دیر اور سوے قلب مضطر دیکھتے جاؤ
کنکھیوں سے نہ دیکھو درد دل یوں اور بڑھتا ہے ۔ جو ممکن ہو تو ہم کو آنکھ بھر کر دیکھتے جاؤ
دل رنجسمی کا ہر ٹکڑا صحیفہ ہے محبت کا ۔ مرتب پھر نہو گا ایسا دفتر دیکھتے جاؤ

چمن میں سیرِ سبزہ بھول جاؤ گے مرادِ مہ — دلِ زخمی میں ٹوٹے ہیں جو نشتر دیکھتے جاؤ
انھیں کے خون سے روشن چراغِ بزمِ عرفاں ہے — شہیدانِ محبّت کا مقدّر دیکھتے جاؤ
مرادِ دل والے کیونکر جان دیتے ہیں جوانی میں — اگر تم دیکھ سکتے ہو تو بہتر دیکھتے جاؤ
کسی کا ہاے یہ کہنا آثر سے بزمِ خلوت میں — وہی پھر کھُل گئے شکووں کے دفتر دیکھتے جاؤ

روکا جو غم نے گریۂ بے اختیار کو — میں دل کو دیکھنے لگا دلِ جانِ زار کو
برہم زنِ حیات ہے ساقی کی چشمِ مست — تم ڈھونڈھتے ہو جامِ شکستِ خمار کو
اے سوزِ غم وہ گوہرِ نایاب لٹ گئے — آنسو کہاں نصیب ہیں مجھ دلفگار کو
اس مرکزِ ستم نے کہ دل کہتے ہیں جسے — محدود کر دیا ہے ترے اختیار کو
غم نے تسلیِ دلِ وحشی کے واسطے — نشتر بنا دیا رگِ ابرِ بہار کو
اے ساکنانِ کوچۂ دلدار خوش رہو — بھولے نہیں تم ایک غریب الدیار کو
اے محوِ شوق آئے بھی وہ اور چلے گئے — کیوں طول دے رہا ہے عبث انتظار کو
بدنام اور نامِ محبّت نہ ہو کہیں — ہاں ہاں مٹا ہی دو مرے نقشِ مزار کو
مانا کہ انتظار میں ہے وصل کا مزا — میں دل کہاں سے لاؤں ترے انتظار کو
بوئے وفا نہ چھوٹے کہیں اُنکو خوف ہے — پھولوں سے ڈھک رہے ہیں ہمارے مزار کو
مصرع نہیں یہ میر کا دیوان ہے آثر — رکھے خدا جہاں میں دلِ بیقرار کو

چارہ سازو مجھے مر جانے دو　　جان سے اپنی گذر جانے دو
میرے چہرے پہ تمہیدِ جنوں　　اپنی زلفوں کو بکھر جانے دو
خون سے میرے حضورِ داور　　وہ جو مکرے تو مکر جانے دو
تنگیِ زخم سے دل تنگ نہو　　اور کچھ وقت گذر جانے دو
حال بھی اپنا سنا دینگا تمھیں　　اک ذرا دل تو ٹھہر جانے دو
دل کے جانے کا تاسف نہ کرو　　بات ہی کیا ہے اثرؔ جانے دو

کھینچکر لے جائینگے سینہ سے اپنے تیر کو　　جو تسلی دے رہے ہیں عاشقِ دلگیر کو
اہل ہمت نے حصول مدعا میں جان دی　　اور ہم بیٹھے ہوے رویا کئے تقدیر کو
خود ہی خط لکھتا ہوں انکو خود ہی لکھتا ہوں جواب　　طول کتنا ہو گیا اس شوق کی تحریر کو
وہ حیا پرور نگاہیں قتل پر مائل نہ تھیں　　کھینچ لایا جذبِ دل میرا ہدف پر تیر کو
خاک ہو کر دل کے ذرے صرف ویرانی ہوے　　بے طرح ڈھایا غموں نے عشق کی تعمیر کو
کاغذی فانوس میں دھندے سے ہیں نقش و نگار　　کیا تماشا کیجیے اِس عالم تصویر کو
عشق کی بیداد تھی شیریں کی اسمیں کیا خطا　　جوے خوں سمجھا کیا فرہاد جوے شیر کو
کم نہیں خوابِ پریشاں سے شبِ تاریکِ زیست　　موت پر موقوف رکھ اِس خواب کی تعبیر کو
ہمتیں بڑھتی گئیں شوقِ جبیں سائی کے ساتھ　　اے اثرؔ کیا کیجیے پھوٹی ہوئی تقدیر کو

شاملِ حسن جو رنگینئ بیداد نہ ہو — ایسی دلچسپی کبھی عشق کی رُوداد نہ ہو

ہائے وہ آنکھ جو خونابہ فشانی بھولی — ہائے وہ دل کہ تڑپنا بھی جسے یاد نہ ہو

ایسا برباد ہو گویا کبھی آباد نہ تھا — خانۂ دل جو تری یاد سے آباد نہ ہو

اِک نگہ کا ابھی محتاج ہے ویرانۂ دل — یوں مٹا دو کہ دوبارہ کبھی آباد نہ ہو

روئیے یاس پر اُس کشتۂ غم کی کہ جسے — ذوق فریاد نہ ہو حسرت بیداد نہ ہو

زندگی خوب ہے ہم سوختہ سامانوں کی — دم نکل جائے اگر شعلۂ فریاد نہ ہو

دل کے داغوں میں جھلک آج یہ کیسی ہے آثر — یہ خیابانِ تمنا کہیں برباد نہ ہو

ممکن نہیں کہ شوق ہو جب دل میں تو نہ ہو — ہاں شرط یہ ہے تیرے سوا آرزو نہ ہو

کیا لطف یوں تبسمِ پنہاں کا رشکِ گل — اک حرف زیرِ لب ہی سہی گفتگو نہ ہو

سرگشتۂ قیود مٹا داغِ آرزو — ڈھونڈ اسکو اُس چمن میں جہاں رنگ و بو نہ ہو

اک جا پہ اُنکے تیر کو دل میں نہیں قرار — یعنی وہ زخم ہی نہیں جس میں رفو نہ ہو

مِل جائے گا لکھا ہے جو تیرے نصیب کا — آوارہ مثلِ بادِ صبا کو بکو نہ ہو

طوفِ حریمِ عشق کو سب سر بکف چلو — ایسا فریضہ اور لہو سے وضو نہ ہو

واعظ یہ تیرا مسئلہ جبر و اختیار — کیا سمجھوں جبکہ سامنے جام و سبو نہ ہو

آ بیٹھ پاؤں توڑ کے صحرائے عشق میں — ملتا ہے وہ اُسی کو جسے جستجو نہ ہو

اب فکرِ عیش ہے نہ غمِ روزگار آثر — بس اتنی آرزو ہے کوئی آرزو نہ ہو

پردہ درِ مجاز اگر شوقِ خلش نواز ہو — محو نیازِ خود ابھی حسن کرشمہ ساز ہو

فکرِ وصال و رنجِ ہجر دونوں سے بے نیاز ہو — وہم پرستیاں ہیں سب چاہیئے دل گداز ہو

میری وفا پہ رکھ نظر اپنی جفا کے ساتھ ساتھ — ناز میں اور نیاز میں کوئی تو امتیاز ہو

طوفِ حرم سے فائدہ دل ہو جو درد آشنا — تیری ہر ایک سانس میں کیفِ مئے حجاز ہو

شمعِ حریمِ آرزو بجھ گئی ایک آہ میں — وائے دلِ حزیں تجھے سوز سے خاک ساز ہو

غنچۂ ناشگفتہ کی شوق میں سانس پھول جائے — مائل گفتگو اگر وہ لبِ نیم باز ہو

عشق میں بھی نماز ہے شرط مگر بجا ادا نہیں — سجدۂ بت سے یہ جبیں مہرۂ جانماز ہو

ظلمتِ شب اسیر ہے حلقۂ زلفِ یار میں — شامل آہ دلکشا نورِ سحر طراز ہو

مجھ کو کہے وہ باوفا مجھ سے وہ پوچھے مدعا — ہو نہ ہو قلبِ مضطرب اسمیں بھی کوئی راز ہو

ہوش کسے کہ داد دے جلوۂ بے نقاب کی — تم سے یہ کس نے کہدیا بزمِ فروزِ ناز ہو

ہوں تو گناہگار آثرؔ ایسے کریم کا مگر — توبہ سے ہاتھ کھینچ لوں گر درِ توبہ باز ہو

آہ اب دل کو ہوئی دیدۂ خونبار سے راہ — یاد ایام کہ تھی چشمِ ستمگار سے راہ

ہے تقاضا تپشِ شوق کا آگے تو بڑھو — دیکھیں مڑتی ہے کدھر کوچۂ دلدار سے راہ

کون کہتا ہے کہ منصور پہ بیداد ہوئی — آشنائے حرمِ عشق کو ہے دار سے راہ

پوچھتے بھی نہیں جاتا ہے جنازہ کسکا — آپکو تھی ہی نہیں کیا آثرؔ زار سے راہ

اک آن میں بارونق اک آن میں ویرانہ — آئینۂ ہستی ہے میرا دلِ دیوانہ

یہ دور میں ساغر ہے یا رقص میں دیوانہ — قربان ترے ساقی پھر لغزشِ مستانہ

مخمور نگاہوں سے دل چور ہوا میرا — ٹکرا گیا مستی میں پیمانہ سے پیمانہ

جھنکار ہے شیشوں کی یا ٹوٹے ہوئے دل ہیں — لوٹے لئے جاتے ہو تم رونقِ میخانہ

کس رند کی آنکھوں سے خونابۂ دل ٹپکا — نکلا لبِ ساغر سے اک نعرۂ مستانہ

کیا عرضِ تمنا ہو دل تو ہی فنا ہو جا — وہ درد سے ناواقف میں آپ سے بیگانہ

اعمال کی پرسش تھی دیوانے پکار اُٹھے — ہو حشرِ تمنا بھی اے جلوۂ جانانہ

یہ وہم کی دنیا ہے اک خوابِ پریشاں ہے — آباد ہے ظاہر میں در پردہ ہے ویرانہ

ہر لفظ پہ سانس اُکھڑے ہر بات پہ دم نکلے — ہاں دردِ محبت کا آغاز ہوا افسانہ

جل کر ہوا خاکستر پھر بھی نہ قرار آیا — اک شعلۂ مضطر تھا دودِ دلِ پروانہ

کھینچی ہیں تصور نے رنگیں تری تصویریں — دل آئینہ خانہ تھا اب ہے پری خانہ

یہ قبر آثر کی ہے تم اس سے نہ تھے واقف — کچھ وضع تھی رندانہ کچھ طرز فقیرانہ

میں بزمِ مئے سے اٹھا با خاطرِ کبیدہ — شیشہ تھا دل گرفتہ پیمانہ آبدیدہ

پھر جنبشِ مژہ نے طوفاں کیا ہے برپا — شاید کہ رہ گئے تھے کچھ اشک ناچکیدہ

کیوں چھیڑتا ہے مجھکو کیا فائدہ جفا سے — تو حسن آفریدہ میں عشق آرمیدہ

ہے آہ آتشیں سے یہ رنگ دل جگر کا — جیسے اُڑیں ہوا میں برگِ خزاں رسیدہ

محضر بنے گا خوں کا رہ جائے گا جو قطرہ ۔ ہاں ہاں نچوڑ ظالم دل کی رگِ بریدہ
گھائل کسی کو کر کے وہ شوخ ہنس دیا ہے ۔ بکھرے ہیں قتلگہ میں گلہائے نو دمیدہ
مستانہ وار آئی رقاصۂ بہاری ۔ پیغام دوست لائی مژدہ فراق دیدہ
چاکِ دل اس اثر میں شاید رفو ہوا ہے ۔ دامن ہے ٹکڑے ٹکڑے اور جیب ہے دریدہ

آراستہ جو میں نے کیا ہے وہ باغ دیکھ ۔ سیّارِ بوستاں مرے سینہ کے داغ دیکھ
خونابِ دل اُبلتا ہے آنکھوں سے کس طرح ۔ مینا سے اختلاط کرے جب ایاغ دیکھ
بھڑکا دیا پھر آہوں نے دم بھر ہی کو سہی ۔ بُجھکر ہوا سے جلتا ہے دل کا چراغ دیکھ
اسکو نہ ڈھونڈ کھو کے دل گم شدہ کو ڈھونڈ ۔ پھر جس جگہ ملے تجھے دل کا سُراغ دیکھ
کیا دیکھتا ہے صبح کے تارے کا ڈوبنا ۔ بجھتا ہوا حیات آثر کا چراغ دیکھ

فصل گل میں بے طرح انکی جنوں کا جوش ہے ۔ جتنے دیوانے ہیں لڑتے ہیں کہ ہم کو ہوش ہے
حُسن کی چشمک زنی ہے مانع اظہار درد ۔ ورنہ ہر تارِ نفس برق تجلی پوش ہے
زندگی گھٹتی گئی اور شوق دل بڑھتا گیا ۔ جسقدر کہنہ ہوئی مے اُتنی ہی پرجوش ہے
ہے بقدر ذوق ہر دل میں محبت کا اثر ۔ یہ مئے مرد آزما کہہ نیش ہے کہہ نوش ہے
عیش کے بندے تجھے اب نیند کیونکر آئیگی ۔ رات اندھیری اور ڈرونی قبر کا آغوش ہے
کشمکش میں غم کی پھوڑا دل کا پھوٹا بہ گیا ۔ اب وہ عالم ہو کا ہے جس سے عدم ہمدوش ہے

ہے تری آواز سے دمساز میرا ہر نفس
ساز کے پردہ میں نغمہ جس طرح روپوش ہے
دیکھتا سب کچھ ہوں لیکن کچھ نظر آتا نہیں
مجھکو اتنا ہوش ہے اللہ کتنا ہوش ہے
محو و بیخود ہے کسی کی یاد میں اتنا اثر
کچھ ہے دنیا کی خبر اُسکو نہ دین کا ہوش ہے

کبھی درد ہے کبھی داغ ہے، کبھی غم سے سینہ فگار ہے
کبھی سوزِ دل سے یہ حال ہے مرا جو نفَس ہے شرار ہے
کبھی آنکھیں مجھ سے لڑا گیا کبھی ہنس کے مجھ کو رُلا گیا
مرے زخمِ دل کو دُکھا گیا، مجھے چین ہے نہ قرار ہے
جسے تو سمجھتا ہے جانکنی وہ نشاط ہے نہیں جس کی حد
وہ مریض ہجر ہوں چارہ گر جسے موت سے سروکار ہے
کبھی ہو گذر جو ترا صبا تو یہ کہنا اُس سے بالتجا،
کہ اثرؔ غریب و شکستہ پا ترے غم میں زار و نزار ہے

جوشِ بہار میں نہ نسیمِ سحر میں ہے
جو کیف بیخودی مرے دردِ جگر میں ہے
آغوش میں لیے ہیں مرے دل کو بجلیاں
جلوہ فروش کوئی حریمِ نظر میں ہے
اک دوسرے جہاں کی ہے تمہید زندگی
اور زندگی کا رازِ دلِ نوحہ گر میں ہے
حسرت سے تک رہا ہوں دیارِ یار کیطرف
دل یوں دھڑک رہا ہے دھمک میرے سر میں ہے

آنکھیں ہیں بند شوق میں طاری ہے بیخودی
اک شوخ کا شباب ہماری نظر میں ہے

ٹکڑے ہیں دل کے پاگل تر ہیں کھلے ہوئے
انداز نسیم کا آہِ سحر میں ہے

دیکھو نہ آنکھ بھر کے کسیکی طرف کبھی
تمکو خبر نہیں جو تمھاری نظر میں ہے

سودا و میر قبر میں بیچین ہو گئے
تاثیر انتہا کی کلامِ آثر میں ہے

نام و نشاں کی فکر نہ خواہش مکاں کی ہے
معلوم ہے مجھے جو حقیقت جہاں کی ہے

اب امتیاز حُسن و محبّت کو چھوڑ دو
دیکھ آ دُجان آنکھوں میں اک نیم جاں کی ہے

اک پل میں آکے ٹوٹ پڑیں لاکھ بجلیاں
تاریخ مختصر یہ مرے آشیاں کی ہے

نیرنگیوں کے دام بچھائے ہیں ہر طرف
آخر کچھ انتہا بھی مرے امتحاں کی ہے

دل کھینچتی ہے کوچۂ جاناں کی سرزمیں
مقسوم میں لکھی ہوئی مٹی یہاں کی ہے

وہ تیری یاد میں یہ ترے ذکر میں ہے مست
جو حال دل کا ہے وہی حالت زباں کی ہے

دل حسرتوں سے بستے ہی بستے اُجڑ گیا
رونق سُنا کرو کہ مکیں سے مکاں کی ہے

اُسکی نگاہ صبر و تواں دونوں لے گئی
جو شان تھی فغاں کی وہ ضبطِ فغاں کی ہے

ہستی کا داغ دھو جو تلاش حیات ہے
نقشِ خودی مٹا جو تمنّا نشاں کی ہے

عقل و حواس کھودے اگر تجھکو ہوش ہے
صحرا میں جاکے بیٹھ جو حسرت مکاں کی ہے

تو جسکو ڈھونڈھتا ہے وہی تو ہے بے خبر
تصویر تو ہی لیلی مجنوں نشاں کی ہے

شاید سُنا ہو تم نے آثر کا کلام کچھ
تربت اسی نواح میں اُس نوجواں کی ہے

مری حیرت میں جبتک حسن بے کثرت ہو نہیں سکتی
نظر آجائے وہ صورت صورت ہو نہیں سکتی

یہ راز ہستی فانی سُنا اک مرنے والے سے
طلب دنیا کی ہے جبتک فراغت ہو نہیں سکتی

گلوں کا حسن اچھا ہے مگر ہم کو نہیں بھایا
معاذ اللہ تمھاری سی ملاحت ہو نہیں سکتی

مدد اے جوش وحشت ڈھا دے سب زندانکی دیواریں
کہ پابند سلاسل میری ہمت ہو نہیں سکتی

اثر کچھ کام کرجاؤ جہاں میں نام کرجاؤ
رگڑ کر ایڑیاں مرنے میں عزت ہو نہیں سکتی

دل ناداں یہ تیری آرزوے خانہ آرائی
کسی وحشی کو جیسے ہو سر ویرانہ آرائی

کبھی ساغر کو چوما اور کبھی شیشے کو لپٹایا
میں ایسا مست و بیخود تھا دم پیمانہ آرائی

دل صدچاک کے ٹکڑے مرتب ہوگئے خود سے
کسی کو آج شاید پھر ہے فکر شانہ آرائی

مری توبہ سے تو یہ ہے پلا ساقی پلا ساقی
کرونگا خم کے خم خالی دم میخانہ آرائی

اثر وعدہ کیا ہے کس نے دل میں چھپکے رہنے کا
وگرنہ بے سبب یہ کس لئے کاشانہ آرائی

قیس کے نزدیک لیلی پردۂ محمل میں ہے
کون دیوانے کو سمجھائے کہ تیرے دل میں ہے

خط ساغر ہے وہی جو کیف جسکے دل میں ہے
دور کیسا آج اے ساقی تری محفل میں ہے

رنگ عالم ہے دگرگوں آسماں ہے سرنگوں
اہل دل کی آزمائش کوچۂ قاتل میں ہے

روح کا قالب میں آنا کہہ رہا ہے صاف صاف
راز دریا کی روانی کا نہاں ساحل میں ہے

چوٹ جب دل پر لگی فوراً صدا آئی تری
تو وہ نغمہ ہے جو پوشیدہ شکستِ دل میں ہے

واہ کیا جلوے دکھائے بےعدیل و بےمثال | ایک تصویر خیالی نے جو میرے دل میں ہے
اُسکا جوہر اُسکی قیمت اسکا حاصل کچھ نہ پوچھ | وہ جو موتی سا اک آنسو دیدہ بسمل میں ہے
میں اگر اُس سے کہوں بھی تو بتاؤ کیا کہوں | جب اُسے معلوم ہی جو کچھ کہ میرے دل میں ہے
پار بیڑا ابھی ہوا تو کیا خوشی اے ناخدا | اک جہان بے ثباتی موجۂ ساحل میں ہے
اُسکی رحمت نے کہا جو نگنا ہو مانگ لے | میری غیرت بول اُٹھی تو ہی دل سائل میں ہے
جسقدر نزدیک ہوں اُتنا ہی اُس سے دور ہوں | ایسی مشکل ہے کہ خود مشکل مری مشکل میں ہے
راستے کی سختیوں کا تمکو رونا ہے اثر | خارزار عشق میں مشکل جو ہے منزل میں ہے

جب تمھاری ہی سب خدائی ہے | کس لئے شوق خود نمائی ہے
وہ ملا جب تو وہ ہمیں نہ رہے | عشق میں وصل بھی جدائی ہے
کام سے کام پھر نہیں کچھ کام | اب یہی رسم آشنائی ہے
میں ہوں اور اک جہان بیہوشی | تم ہو اور شوق خود نمائی ہے
ناتوانی سے چپ نہیں ہے اثر | عشق میں نالہ خود ستائی ہے

رسائی آہ کی آگے خدا جانے کہاں تک ہے
زمیں سے آسماں تک آسماں سے لامکاں تک ہے

سبکروحی پہ مجھ کو ناز تھا عقل فسردہ مایہ
جہاں جلتے ہیں پر تیرے گذر دل کا وہاں تک ہے

نہ کچھ لینا نہ کچھ دینا نہ کچھ کھونا نہ کچھ پانا،
میں کیونکر مان جاؤں زندگی اس خاکداں تک ہے

اسی دل کا کبھی نالہ مآلِ زندگانی تھا
وہی دل ہے کہ جس کی زیست اب ضبطِ فغاں تک ہے

وہ شرحِ شوق کا طالب میں عرضِ حال سے قاصر
کہ سوزِ عشق سے اک آبلہ دل سے زباں تک ہے

میں حسن و عشق کے افسانے سنکر دل میں کہتا ہوں
یہ ساری بزم آرائی سکوتِ رازداں تک ہے

اثرؔ آزردہ ہوں گے وہ عدو کی آزمایش سے
قیامِ دوستی اس عہد میں بس امتحاں تک ہے

کسی کی یادِ رُخ میں اشکباری ہم نے کم کی
شعاعِ مہر سے لڑ ہی گئی ضو چشمِ پرنم کی

تمہارے سُرخ رخساروں پہ ہلکی سی چمک اُف اُف
گلوں میں جذب ہو کر رہ گئی ہے روح شبنم کی

ارے او مرنے والے غم سے چھٹکارا نہیں ممکن
تغیر جو ہے دنیا میں بنا ہے ایک عالم کی
نتیجہ دیکھئے کیا ہو مری آشفتہ حالی کا
کسی محفل میں جا نکلا تو وہ محفل ہی برہم کی
شکست دل کا مژدہ دے رہا ہے ضبط غم میرا
مری مٹھی میں ہے اسوقت کنجی ہر دو عالم کی
گداز دِل سے یہ حالت بہم پہونچی آخر آخر
قسم کھانے لگے وہ بھی ہمارے دیدۂ نم کی

بسائی دوسری دنیا نکل کر روح نے تن سے
طیور اکثر بدلتے ہیں نشیمن کو نشیمن سے
نمائش کے لئے فصّاد اپنے پاس رکھتے ہیں
وہ کانٹے چھو گئے تھے جو ترے وحشی کے دامن سے
مقدر کی شکایت ہے نہیں صیاد کا شکوہ
بھری برسات ایسی اور میں ہوں دور گلشن سے
یہ کیسی بیقراری ہے یہ کیسی نامرادی ہے
کہا کرتا ہوں سب احوال اپنے دل کا دشمن سے

آثر کی قبر پر جانا نہیں ہے مصلحت قاتل
ہزاروں حسرتیں سر پیٹتی نکلیں گی مدفن سے

اندوہ و یاس و درد و تمنا لئے ہوے
دنیا سے جا رہا ہوں میں دنیا لئے ہوے

مجنوں کا دل ہوں دشت میں پھرتا ہوں جا بجا
آغوش میں تصور لیلےٰ لئے ہوے

ساقی کے انتظار میں بیٹھے ہیں میگسار
آنکھوں میں اُسکی آنکھوں کا نقشہ لئے ہوے

وہ خوش نصیب ہے جو اُٹھا بزم عیش سے
نقش فنا پذیری دنیا لئے ہوے

شہر وفا جو دل تھا وہ تاراج کر دیا
بیٹھے رہو یہ صورت زیبا لئے ہوے

پابند عشق گو نہیں رسم و رواج کا
اپنے کو اے خیال زلیخا لئے ہوے

دل کو آثر کے دیکھ رہے ہیں وہ غور سے
چٹکی میں اپنی اک گل رعنا لئے ہوے

جب سے دل محو درس عبرت ہے
نام سے زندگی کے نفرت ہے

ظلم جتنا ہو اسکو راحت ہے
عشق کی بھی عجیب خلقت ہے

موت اب انتظار ہے کس کا
شام غربت ہے یاس و حسرت ہے

اب خطا ہوتی ہے قصور معاف
بے سبب روٹھنا قیامت ہے

تیر کیوں کھینچتے ہو سینہ سے
رہنے دو رہنے دو غنیمت ہے

قطرۂ اشک جو ہے دامن میں
دل کی رنگت ہو دل کی صورت ہے

جو دلھن بن گئی ہے پھولوں سے ۔۔۔ اثرِ خستہ جاں کی تربت ہے

دیوانگانِ عشق کی تدبیر ہو گئی ۔۔۔ اُس کی نگاہ حلقۂ زنجیر ہو گئی

نیرنگی جمال نے کیا کیا دئے فریب ۔۔۔ تیری ہر اک ادا تری تصویر ہو گئی

نقش خودی کو میں نے مٹایا ہے اسقدر ۔۔۔ دنیا تمام خواب کی تعبیر ہو گئی

اللہ رے جرم عشق کی ریشہ دوانیاں ۔۔۔ میری حیات قابلِ تفسیر ہو گئی

بزم خیال میں بھی مرا رنگ اُڑ گیا ۔۔۔ اُن سے جو پردے پردے میں تقریر ہو گئی

جب آرزو تھی آہ میں کچھ بھی اثر نہ تھا ۔۔۔ اب آرزو نہیں ہے تو تاثیر ہو گئی

اک آہ میں نے کی تھی بہ اندازِ عشق میں ۔۔۔ وہ تیری کم نگاہیوں سے تیر ہو گئی

اے مستِ ناز تیری خموشی کے میں نثار ۔۔۔ سمجھا ہزار بار کہ تقریر ہو گئی

کیا کیا بنائے دل میں نمایاں ہیں صنعتیں ۔۔۔ معمار کا مزاج یہ تعمیر ہو گئی

صحرائے دل ہے لالۂ و گل سے بھرا ہوا ۔۔۔ یہ سرزمین حسن کی جاگیر ہو گئی

توڑا جو میں نے اس بت پندار کو اثر ۔۔۔ تقدیر آپ درپئے تدبیر ہو گئی

شوق میں اک ساقیٔ گلفام کے ۔۔۔ چومتا ہوں میں لبوں کو جام کے

تاک میں دنیا تھی ہم دنیا میں تھے ۔۔۔ کیوں نہ ہوتے صید ایسے دام کے

رات جب تھی صبح کا تھا انتظار ۔۔۔ اب سحر سے منتظر ہیں شام کے

قدر کرنی تھی دل صد چاک کی — تھے یہ اجزائے پریشاں کام کے
شرم تم کو کچھ نہیں آتی آثرؔ — ہجر میں نالے کلیجا تھام کے

جستجو خود صفات کو تیری — آرزو کائنات کو تیری
جلوے کچھ اس طرح کے دلکش تھے — ذات سمجھا صفات کو تیری
دل سے باتیں بنائی ہیں سب نے — کون سمجھا ہے بات کو تیری
اور جو کچھ ہے یاوہ گوئی ہے — بات کہتے ہیں بات کو تیری
دلنوازی میں تھی جفاکاری — آہ سمجھے نہ گھات کو تیری
مہ و انجم سے دل کے داغوں سے — باتیں ہوتی ہیں رات کو تیری
اب مساوات کا ہے دور آثرؔ — کون پوچھے گا ذات کو تیری

کنکھیوں سے دل پر نظر کرنے والے — یہ ناوک نہیں ہیں اثر کرنے والے
شب غم تڑپ کر بسر کرنے والے — ادھر کی ہیں دنیا اُدھر کرنے والے
تم آئے تو افسوس کس وقت آئے — کہ تیار ہیں جب سفر کرنے والے
نگاہے خدارا سوے دل نگاہے — اشاروں میں ٹکڑے جگر کرنے والے
ذرا بیکسوں سے خبردار رہنا — زمانے کو زیر و زبر کرنے والے
کہیں اُٹھ بھی جائے یہ پردا دوئی کا — ادھر دیکھ او دل میں گھر کرنے والے

دعا مانگ زلفیں ہٹیں رُخ سے اُن کے — دعائے طلوعِ سحر کرنے والے

جنھیں سانس لینے کی طاقت نہیں ہے — مہماتِ اُلفت ہیں سر کرنے والے

مجھے شوقِ تعزیر لایا یہاں تک — خطاؤں سے اے درگذر کرنیوالے

خلش سے تمنا کی آزاد کردے — دعاؤں میں پیدا اثر کرنے والے

مسیحا بنے پھر رہے ہیں جہاں میں — مرے خون سے دامن کو تر کرنیوالے

یہ کیا ہے نہیں دیکھتے آنکھ اُٹھا کر — اثر کی لحد پر گذر کرنے والے

ضبط کے خوگر ہیں کیوں وارفتگانِ عاشقی — رنگ اُڑ کر کہہ رہا ہے داستانِ عاشقی

جب نہ وہ سمجھا تجاہل ہے زبانِ عاشقی — بنگیا رنگِ شکستہ ترجمانِ عاشقی

گریۂ ناکام حسرت سے اُبھر کر مٹ گئے — دلکی تہ میں رہ گئے تھے کچھ نشانِ عاشقی

جان و تن کا تفرقہ تمہید ہے حاصل نہیں — عشق میں خامی ابھی ہے کشتگانِ عاشقی

دل کی ویرانی یہ کہتی ہے زبانِ حال سے — لٹ گیا اِس راستے میں کاروانِ عاشقی

ایک آنسو نزع میں عارض پہ بہکر رہ گیا — شکر ہے سمجھا نہیں کوئی زبانِ عاشقی

حسن کی ہنگامہ آرائی بقدرِ ذوق ہے — حشر اِک حیلہ ہے بہرِ امتحانِ عاشقی

جیتے جی جب مر گئے تو موت کا حاصل تھا کیا — زندۂ جاوید ٹھہرے کشتگانِ عاشقی

ہوش جب جا حلقۂ بیرونِ در تھے اے اثر — لیگیا اُس بزم میں خوابِ گرانِ عاشقی

روگ ہیں جان کو دنیا بھر کے
ہم تو پچھتائے محبت کر کے

جھلملاتے ہوئے تارے کیا ہیں
ملگجے پھول ترے بستر کے

آدمی اپنی حقیقت کو نہ بھول
ٹھوکریں کھاتے ہیں کاسے سر کے

پہلے چُپ لگ گئی پھر موت آئی
جان لی عشق نے سودا کر کے

تم ابھی کچھ تھے ابھی ہو کچھ اور
دیکھ لیتے دو ذرا جی بھر کے

زخم ہیں دل کے بھی جراح ہیں یا
چارہ گر دیکھ نہ پھاہا سر کے

آبلوں کا بھی تو اندیشہ ہے
آہ کر آنکھوں میں آنسو بھر کے

بھولتا ہی نہیں یہ قول اثر
ہم تو پچھتائے محبت کر کے

کریم یوں در تو یہ جو باز ہوتا ہے
گناہگاروں کو عصیاں پہ ناز ہوتا ہے

یہ بات کیا ہے اُسے بے نیاز کہتے ہیں
ہر ایک درد کا جو چارہ ساز ہوتا ہے

دھواں سا اٹھ کے جلاتا ہے نور آنکھوں کا
کراہنے میں اگر دل گداز ہوتا ہے

بتوں سے قرب ہے بس اسقدر ہمیں واعظ
کہ پردے پردے میں راز و نیاز ہوتا ہے

عجب نہیں جو اثر راز آشکارا ہو
کہ حسن و عشق میں آج امتیاز ہوتا ہے

کیوں مرا دل دھڑک کے روتا ہے
کیا یہی عاشقی میں ہوتا ہے

لو فسانہ تمام ہوتا ہے
کوئی سوتا ہے کوئی روتا ہے

میرا ہنسنا ہے زخم کی صورت — جو مجھے دیکھتا ہے روتا ہے
نبضیں چھوٹی ہوئی ہیں فطرت کی — ایک حسرت نصیب سوتا ہے
ہو رہی ہیں تجلّیاں پیدا — دل میں رہ رہ کے درد ہوتا ہے
دیدۂ گل تھے صبح کو نمناک — جو کہ ہنستا بہت ہے روتا ہے
ایک آنسو جو نہیں تو غم کیوں ہو — ایسے بیکس پہ کون روتا ہے

دل میں اک داغ محبت ہے وہ دھو لینے دے — یاس اچھی بھر کے خدا را مجھے رو لینے دے
ٹھہر، اے ابر کرم! داغ نہ پڑ جائیں کہیں — رخت عصیاں مجھے اشکوں میں بھگو لینے دے
مر کے بھی چین نہیں ہے دل بیتاب تجھے — رات ایسی ملے گی مجھے سو لینے دے
عمر کافی نہیں تکمیل محبت کے لئے — جان دینے سے اگر ہو سکے ہو لینے دے
دل پر آبلہ رس رس کے بہے اشکوں میں — سلک گوہر میں یہ موتی بھی پرو لینے دے
لائی ہے باد صبا خاک وطن غربت میں — غازۂ رنگ شکستہ اسے ہو لینے دے
یہ جو بہ جائیں تو ہو دل کو اثر یکسوئی — روگ آنکھوں کو جو رونے کا ہے رو لینے دے

یوں جنون غم کی دلچسپی کا ساماں کیجئے — ذرے ذرے میں نہاں اک اک بیاباں کیجئے
درد ہی ایسا نہیں جس کا کہ درماں کیجئے — ہو سکے تو خاطر بیمار ہجراں کیجئے
اضطراب دل کی شاید ہو سکے تشریح کچھ — دفتر امکاں کا شیرازہ پریشاں کیجئے

مانعِ جوشِ جنوں رسم و رہِ تقلید ہے
طرزِ نو سے چاک داماں و گریباں کیجئے

آپکی باتوں سے ذوقِ معصیت بڑھتا ہی اور
حضرتِ واعظ گنہگاروں پہ احساں کیجئے

اب بھی ایک اک داغِ دل ہے یادگارِ آرزو
جسکو ویراں کہہ سکیں ایسا تو ویراں کیجئے

ساری دنیا سے جدا ہے راہ و رسمِ حسن و عشق
اُنکو مہماں کیجئے جب گھر کو ویراں کیجئے

کاش اُتنے دل بھی ہوں جتنی ہیں دلمیں حسرتیں
تاکہ ہر حسرت پر ایک اک دل تو قرباں کیجئے

ننگِ عریانی لباسِ فاخرہ ہو جائیگا
بندِ پرور روح کی زینت کا ساماں کیجئے

آپ تو پردا ہے اپنا اے جمالِ سرمدی
تجھکو پنہاں کیجئے جتنا نمایاں کیجئے

بیخودی کا یہ تقاضا ہے محبت میں اثر
دل کو وقفِ لذتِ غمہائے پنہاں کیجئے

مجھے کچھ بھی اس سے غرض نہیں وہ کرم کرے کہ ستم کرے
یہی مدعاے حیات ہے کہ خوشی ہو جسکو وہ غم کرے

وہ ہے صرف رحم کا مستحق جسے ہیں ڈالا زمانے نے
مگر اُس کو ردیئے خوب سا، جو غرور جاہ و حشم کرے

مرے حال سے رہا بے خبر کبھی مجھ کو دیکھا نہ اک نظر
یہی آرزو رہی عمر بھر کہ وہ بھول کر ہی ستم کرے

درِ یار دیر و حرم نہیں کہ جہاں ہو شور و شغف رَوا
کوئی کہدے جا کے اثر سے یہ کہ یہاں نہ آنکھ بھی نم کرے

کس لئے کرتے ہو شرمندۂ تقصیر مجھے
کہ خطائیں ہیں مری آپ ہی تعزیر مجھے

چند سطریں نظر آتی ہیں جو با بین جبیں
کوئی سمجھائے ان آیات کی تفسیر مجھے

کلکِ قدرت سے رقم ہو گئے یوں نام بنام
جلوۂ حسن تجھے نالۂ شبگیر مجھے

میں کبھی روضۂ رضواں میں تھا گلچینِ جمال
آہ لے آئی کہاں گردشِ تقدیر مجھے

یوں دھڑکتا ہے مرا دل کہ وہ سن لیتا ہے
ایک مدت سے نہیں حاجتِ تقریر مجھے

زندگی کا یہی حاصل ہے فنا ہو جانا
مل گئی خواب ہی میں خواب کی تعبیر مجھے

کبھی اس دیر کہن میں نہ کیا عزمِ قیام
سست بنیاد نظر آئی یہ تعمیر مجھے

میری ہمت کبھی تقدیر کی قائل نہ ہوئی
کہ پسند آ گئی ناکامیِ تدبیر مجھے

تپشِ دل جو بڑھی ہوش کا پردا سرکا
بیخودی میں نظر آئی تری تصویر مجھے

ایک دنیا مری نظروں میں ہے ہر نقشِ قدم
آپ رہبر ہوں تو کیونکر نہ ہو تاخیر مجھے

نہ زمیں کی ہے ہوس اور نہ زر کی خواہش
مل گئی جب سے اثر عشق کی جاگیر مجھے

وہ لچک ایسی کہاں سے لائے گی
شاخِ گل قد سے ترے شرمائے گی

جوش پر جب چشمِ تر آ جائے گی
اشک کے بدلے لہو برسائے گی

آرزو جس دل میں جو رہ جائیگی
میرے مرقد کا نشاں بتلائے گی

عاصیوں پر لطف اتنا قہر ہے
ان کی غفلت اور بڑھتی جائے گی

ہم سمجھتے تھے کہ الفت کھیل ہے
کیا خبر تھی یوں لہو رلوائے گی

کیوں زباں ہو آشنائے دردِ دل — خود بخود اُن کو خبر ہو جائیگی
چھوڑ دیجئے مجھ کو میرے حال پر — جو گذرنی ہے گذر ہی جائے گی
جھولیاں بھرتی ہے کیوں بادِ سحر — پھول کس کی قبر پر برسائے گی
کہکے یہ وحشی آثر نے جان دی — یہ قضا دیکھوں کہاں لے جائے گی

اُنسے بیتابی میں ہم کہنے کو سب کچھ کہگئے — دل کے ٹکڑے ہوکے لیکن آنسوؤں میں بہہ گئے
یہ تو بہرِ مشق تھے ٹکرا گئے جن سے فلک — جانگزا نالے حریمِ دل کے اندر رہ گئے
دل جگر کو رو چکے اب تو یہ رونا ہے ہمیں — جو نہ تھیں سہنے کے قابل کیوں وہ باتیں سہہ گئے
وہ غلط انداز نظریں کیا کہوں کیا کر گئیں — چند شعلے دل میں بھڑکے اور دل میں رہ گئے
کچھ نشاں منزل کا ملتا ہی تو وہ ملتے نہیں — کسقدر ہم قافلے والوں سے پیچھے رہ گئے
اے حسین ہم واقفِ آدابِ مجلس ہیں مگر — اسقدر پیار آگیا منہ تیرا تکتے رہ گئے
دیکھ کر بیتاب آثر کو ہنسکے یہ بولا وہ شوخ — اب وفائے عہد میں بس تھوڑے ہی دن رہ گئے

رنگینیٔ خیال کی زینت کو دیکھتے — جی چاہتا ہے آپکی صورت کو دیکھتے
کیونکر ادا ہوا "ارنی" اے کلیمِ طور — ہوتا ہے شک زبان کی لکنت کو دیکھتے
پھر بھی نہ آشنا بت نا آشنا ہوا — اک عمر گذری رنگ طبیعت کو دیکھتے
مانا خرام ناز بھی دلکش ہے اک ادا — ہم تم کو دیکھتے کہ قیامت کو دیکھتے

اُکتا نہ جاتے بادِ سحر کی جو چھیڑ سے ۔ پھولوں میں چھپ کے تیری نزاکت کو دیکھتے

تلوار ہی نہ چھوٹ پڑے ضد کو چھوڑ دے ۔ اوچھے نہیں ہیں زخم نزاکت کو دیکھتے

کچھ لوگ میرے بعد چلے جانبِ عدم ۔ اک اک قدم پہ نقشِ محبت کو دیکھتے

حیرت سے دم بخود ہوئے سب چارہ گر اثر ۔ زخموں کو دیکھتے مری صورت کو دیکھتے

نگہِ مہر دلربا نہ ہوئی ۔ نہ ہوئی درد کی دوا نہ ہوئی

کہیں ٹوٹے بھی یہ طلسمِ سکوت ۔ کہ خموشی تری فسانہ ہوئی

میں ادھر چپ ہوں وہ ادھر چپ ہیں ۔ اک تماشا ہوا حیا نہ ہوئی

اُسکی رحمت کو ناز ہو جسپر ۔ مجھ سے ایسی کوئی خطا نہ ہوئی

خم ہوا جب سرِ نیاز اثر ۔ اُسکی مرضی ہوئی قضا نہ ہوئی

تشنہ لب جاتا ہے ساقی کوئی میخانے سے ۔ شیشہ رو رو کے گلے ملتا ہے پیمانے سے

اب تغافل تمھیں لازم نہیں دیوانے سے ۔ اسکو اپنے بھی نظر آتے ہیں بیگانے سے

زاہد اُس سمت سے گذرا تو لگا پڑھنے درود ۔ لپٹیں پھولونکی چلی آتی تھیں میخانے سے

قیس کے جذبۂ الفت کی لطافت کے نثار ۔ پردہ محمل کا نہ اُٹھا کبھی دیوانے سے

جام دو چار عنایت ہوں مجھے بھی ساقی ۔ مئے اُلفت کے مہکتے ہوئے خمخانے سے

ڈوب کر کیف میں رنگیں ترے جلوے دیکھوں ۔ کام شیشے سے ہے کچھ اور نہ پیمانے سے

زلف شبگوں کا تصور بھی جنوں افزا ہے — لپٹی جاتی ہیں بلائیں ترے دیوانے سے

کیف آنکھوں میں نہیں جب تو ہو کیا دل میں سرور — راہیں کعبے کی طرف مڑتی ہیں میخانے سے

ہاتھ قابو میں نہیں تو ہی پلا دے ساقی — مئے گلرنگ چھلکتے ہوئے پیمانے سے

شمع کے چہرۂ پرنور پہ چھایا ہے غبار — سوز دل چھپ نہ سکا بزم میں پروانے سے

نوحہ خواں رہتے ہیں راتوں کو مری تربت پر — نیند آجاتی تھی جنکو مرے افسانے سے

دلکی تقلید کیئے جاؤ نہ گھبراؤ اثر — کام نکلے گا تمھارا اسی دیوانے سے

ہاں دعوئ یکتائی اُس شوخ کو زیبا ہے — سو بار جسے دیکھا پھر بھی نہیں دیکھا ہے

وہ مست خود آرائی خود محو تماشا ہے — پردے ہی میں جلوہ ہے جلوے ہی میں پردا ہے

اُلفت تری الفت ہے سودا ترا سودا ہے — تو جان تمنّا ہے تو ذوق تماشا ہے

اب ضعف کے ہاتھوں سے یہ حال ہمارا ہے — نالہ بھی گرہ بستہ سینے سے نکلتا ہے

کیا وصل کا حال ہے کچھ پوچھ نہ اے ہمدم — جب درد سا اُٹھتا تھا اب درد سا رہتا ہے

کیا شوق کی باتوں کا اظہار ہوا مشکل — مطلب تو ہے کچھ منہ سے کچھ اور نکلتا ہے

میں صید رمیدہ ہوں صحرائے محبت کا — ہر دم مرے سینے میں اک تیر لچکتا ہے

کیا حال ہو بے پردہ تجھکو جو کبھی دیکھیں — جب حسن کے پردے میں عالم ترا شیدا ہے

جو درد سے واقف ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں — راحت میں تجھے کھویا تکلیف میں پایا ہے

کس طرح کوئی سمجھے تقریر اثر تیری — ہر لفظ معمّا ہے ہر بات کنایا ہے

ذرا کہدے کوئی جاکر یہ اُس بیدردِ قاتل سے — کہ تیرے منتظر اب سانس بھی لیتے ہیں مشکل سے

اُٹھا دے سب حجاب اے شوق ورنہ ابھی محمل سے — کہ قیسِ ناتوان دم توڑتا ہے دور منزل سے

ترے سودائیوں کا جذبِ شوقِ دل کوئی دیکھے — وہیں سے ملگیا رستہ ذرا بھٹکے جو منزل سے

ہر اک ذرہ تھا اُسکا یادگارِ دیدۂ مجنوں — لپٹ کر رہ گئی تھی خاک جو لیلیٰ کے محمل سے

الٰہی کس طرح آسان ہونگی مشکلیں میری — کہ میں زندہ ہوں لیکن حسرتیں رخصت ہوئیں دل سے

مجھے کچھ راستے کی مشکلیں ایسی پسند آئیں — کہ سو سو بار جا جاکر پلٹ آیا ہوں منزل سے

سفینہ غرق ہوتا ہے اُدھر بحرِ محبت میں — ہوائے سرد اُدھر تڑپا رہی ہے آکے ساحل سے

رہِ الفت میں کچھ ایسی بڑھی خود رفتگی میری — کہ اپنی بھی خبر اب تو مجھے ملتی ہے مشکل سے

جنونِ عشق کی میں نے حدیں وحشت میں قائم کیں — ہوئیں منسوب میرے بعد وہ طوق و سلاسل سے

پڑی ہو پھوٹ جس گھر میں تو اُس گھر کا خدا حافظ — مرا دل منحرف مجھسے ہے میں بیزار ہوں دل سے

تمنا لے کے آیا تھا تمنا لیکے جاتا ہوں — خدا جانے ملا کیا دل کو اس تحصیلِ حاصل سے

کسی بیکس کی جب آوازِ گریہ کان میں آئی — صدا فریاد کی نکلی مرے ٹوٹے ہوئے دل سے

تحیر نے لگائی ہے زباں پر مہرِ خاموشی — کہا کیا راز پروانے نے جلکر شمعِ محفل سے

بہت دشوار ہے الفت میں سرگرمِ فنا ہونا — جب اک حسرت مٹی تو دوسری پیدا ہوئی دل سے

مبارک اُنکو خوں آلودہ نالے دل جو رکھتے ہیں — غریبِ شہرِ الفت ہوں مجھے کیا واسطہ دل سے

خدا پر چھوڑ دے اے ناخدا کشتی تلاطم میں — فنا کوشِ محبت ہوں حذر لازم ہے ساحل سے

نہ وہ سرجوش باقی ہے نہ وہ مینوش باقی ہیں — دلوں کے ساتھ رونق اٹھ گئی دنیا کی محفل سے

غریق بحر الفت کا جنازہ دیکھتے جاؤ لئے جاتی ہیں موجیں دوش پر آغوش ساحل سے
نہیں کچھ شمع و پروانہ پہ موقوف اکثر ہم بھی جلے خاموش محفل میں اٹھے خاموش محفل سے

فراقِ جاناں میں یوں تڑپ کر ہوئی ہیں راتیں بسر ہماری
ہزار نشتر جگر میں ٹوٹے پلک بھی جھپکی اگر ہماری
کہاں یہ ممکن نظر وہ آئے حجاب حائل ہیں کیسے کیسے
ہر ایک شئے میں ہزار جلوے پھر اس پہ طرہ نظر ہماری
سلوک مہر و وفا یہی ہے ذرا تو نادم ہو دل میں ظالم
کہ ہم کو درد و فراق دے کر نہیں ہے کچھ بھی خبر ہماری
یہی تقاضا ہے شوق دل کا کہ دیکھ لیں تجھکو تو ہی جیسا
نظر میں پیدا ہو جذب ایسا تری نظر ہو نظر ہماری
جو آئی بو سے چراغ کشتہ تو کیوں ہے اتنا تمہیں اچنبھا
بجھا کے سب دل کے داغ تفتہ چلی ہے آہ سحر ہماری
مزا ہے جب عشق و عاشقی کا رہے نہ باقی نشاں دوئی کا
نگاہ بیگانہ وار اٹھے، اِدھر تمہاری اِدھر ہماری
یہی ہے ملنے کی اسکے صورت نکالو دل سے خیال اپنا
کمال سمجھو زوال اپنا جو بات مانو اثر ہماری

ازل میں جب ہوا عہد وفا اُس آفت جاں سے | جنوں نے مہر کی محضر پہ اک داغ فروزاں سے

ہوس تھی جنکو پھولوں کی محبت کے گلستاں سے | لپٹ کر رہ گئے ہیں خار حسرت اُنکے داماں سے

خیال پردہ داری عشق وحشت میں کبھی کب چھوٹا | چھپایا ہمنے اکثر چاک دل چاک گریباں سے

مجھے انساں بنایا اور دردِ دل دیا تونے | زباں قاصر ہے تیری حمد سے بخشش سے احساں سے

ٹھہر جا اور تھوڑی دیر شوق مرگ ناکامی | مجھے کچھ پھول چننے ہیں ابھی تیرے گلستاں سے

ترا جینا ہی مرنا ہو ترا مرنا ہی جینا ہو | یہی ہستی کا حاصل ہے یہی مطلب ہے انساں سے

ہزاروں حسرتیں سینہ سپر غصہ میں قاتل ہے | نشانہ دل کا دیکھیں کس طرح اُڑتا ہے پیکاں سے

ہمارے حال پر عبرت نہ کر انجام سوچ اپنا | صدا آتی رہی پیہم یہی گورِ غریباں سے

نہ پوچھو حال میرا کیوں دُکھے دل کو دُکھاتے ہو | نیازِ عشق کی طاقت نہیں اب دردِ پنہاں سے

صبا پیغام یہ لائی آخر ہمراہ ہو لینا | روانہ بوئے گل کا قافلہ جب ہو گلستاں سے

دل کو صد پارہ کیا جبکہ وہ بے تاشہ نے | ہار گوندھا آکے ان پھولوں کا اُسکے تیر نے

کیا ہوا تدبیر سے اور کیا کیا تقدیر نے | خوب ہی دھوکے دئے ہیں دو رنگی تصویر نے

شوق میں انگڑائی آئی منہ رگوں کے کھل گئے | یہ ستم کچھ کم کیا ہے ذبح کی تاخیر نے

ناوک انداز آہ کا الزام بسمل کو نہ دے | تیری چٹکی میں سے ہے وہ قوت صدا دی تیر نے

جسقدر تدبیر کے پہلو نظر آئے مجھے | لکھدیا اُن کو الٹ کر کاتب تقدیر نے

وحشیوں کو ہوش کی باتیں بتانا ہی تھیں | سوتے فتنوں کو جگایا آپکی تقریر نے

میں نے جب دیکھا یہ سمجھا پہلے دیکھا ہی تھا — روز بدلا اِک نیا رنگ آپکی تصویر نے
تیری خاموشی پہ بھی گفتار کا دھوکا ہوا — ایسا خود رفتہ کیا جادو بھری تقریر نے
کچھ محل میں نے تصور میں بنا کر ڈھا دیئے — جب کیا بے چین دل کو خواہشِ تعمیر نے
حق و باطل کا سوال اب درمیاں سے اُٹھ گیا — ہونٹ بکے سیدئے اِک شوخ کی تقریر نے
زندگی غفلت ہے اور آغاز خواب انجام خواب — مجھکو جینے سے کیا بیزار اس تعبیر نے
زہد و طاعت فرض جنکا ہے انھیں پر چھوڑ دو — دامن رحمت کو تھاما ہے آثرؔ تقصیر نے

تیغِ عریاں سنگئی ہے زندگی میرے لئے — موت کے پردے میں ہے پنہاں خوشی میرے لئے
جام خالی دل تھا جلوے حسن کے بے کیف تھے — عشق نے کھینچی شراب زندگی میرے لئے
رات اندھیری سخت منزل راستہ دور و دراز — اے مرے اللہ تھوڑی روشنی میرے لئے
رخصت اے درد الم، صبر و تواں ہوش و خرد — لائی ہے پیغام راحت بیخودی میرے لئے
میرے ساقی نے مجھے اِک جام ایسا دیدیا — کم نہیں ہوتا سرور زندگی میرے لئے
کیا مبارک ہے یہ عالم نزع کا آئے ہیں وہ — پھر مرتب ہو نظام زندگی میرے لئے
سب سے بیگانہ ہے تو میں آپ سے بیگانہ ہوں — اک معمّا ہے یہ تیری دوستی میرے لئے
میرا مزارہ گیا اہل وفا میں یادگار — موت نے بدلا لباس زندگی میرے لئے
طبع نازک پر گراں ہے وعظ کی صحبت آثرؔ — چاہیئے دن رات بزم کافری میرے لئے

حشر اور اُسکے بعد کا ساماں کیئے ہوئے / بیٹھا ہوں دل کے داغ فروزاں کیئے ہوئے

پھر دل ہے منتظر کسی یوسف جمال کا / آنکھوں کو فرطِ شوق میں زنداں کیئے ہوئے

نظارہ ہے امید تبسم میں گل بکف / دلکو فدائے جنبشِ مژگاں کیئے ہوئے

پھر قتل گہ میں آئے ہیں کچھ مجرمانِ عشق / سر کو بلند سینے کو عریاں کیئے ہوئے

ناخن بدل فراق میں رہتا ہوں روز و شب / سینے کو چاک مثلِ گریباں کیئے ہوئے

تدبیر سوچتے رہے وہ التیام کی / زخمِ جگر پہ سایۂ مژگاں کیئے ہوئے

خلوت میں دل کی آیا بصد غمزہ و ادا / اک مستِ ناز پردۂ داماں کیئے ہوئے

کرتا ہوں شرح اپنے دلِ چاک چاک کی / تارِ نفس کو تارِ گریباں کیئے ہوئے

صحرا نہیں ہے کوئی ہمارے مذاق کا / بیٹھے ہیں اپنے گھر کو بیاباں کیئے ہوئے

جاتا ہوں نذر دینے اُسے دلکی آیتیں / آنکھوں کا نور زینتِ عنواں کیئے ہوئے

گرداب ہیں بلاؤں کے یا چشمِ خونچکاں / پنہاں ہر ایک قطرہ میں طوفاں کیئے ہوئے

ساقی کا منتظر ہے ہر اک رند بادہ خوار / شب کو طلوعِ مہر کا ساماں کیئے ہوئے

آلودگی جامۂ احرام دھو گئی / پلٹے طوافِ کوچۂ جاناں کیئے ہوئے

بکنے چلا ہے عشق کے بازار میں وہ شوخ / عصمت کو اپنے حسن کا درباں کیئے ہوئے

پھر جوششِ نگاہ سے ابھرے ہیں داغِ عشق / دامانِ دل کو رشکِ گلستاں کیئے ہوئے

پہونچے کا تیرے در پہ آخر ایک دن ضرور / آبادیِ خیال کو ویراں کیئے ہوئے

جو تمھاری آرزو کرنے لگے　　آپ اپنی جستجو کرنے لگے

بول بالا ساقیِ گلفام کا　　پھول مجھ سے گفتگو کرنے لگے

اسکی قدرت اسکی رحمت کے نثار　　بت سُنا ہے گفتگو کرنے لگے

میری مستی رستخیز اندازہ تھی　　الاماں جام و سبو کرنے لگے

جنکے ذمے تھا فریضہ عشق کا　　خون سے اپنے وضو کرنے لگے

اسقدر اُنکی پرستش کی اثر　　بُت ہماری آرزو کرنے لگے

یہ سمجھوں عشق میں حاصل ہوا کمال مجھے　　محال جب نظر آنے لگے محال مجھے

فلک سے لیتا ہوں میں درس خانہ ویرانی　　کسی کی راہ میں ہونا ہے پائمال مجھے

یہ ابتدا ہی تو انجام کار کیا ہوگا　　وہ بے نیاز نہیں عادتِ سوال مجھے

وہ حسن کیا کہ منھ جسمیں خیرگی پیدا　　ترا جلال ہے آئینۂ جمال مجھے

جنون عشق میں کیا مجھکو سلسلہ سے غرض　　پسند آئی ہے بیربطی خیال مجھے

مری طرف سے دم ذبح پھیر کر آنکھیں　　کسی نے کند چھری سے کیا حلال مجھے

جو اتنی عشق میں گذری تو اس طرح گذری　　رہا وفا کا جتاؤں یہ احتمال مجھے

چراغ گور کبھی شمع بزم عشرت ہوں　　فریب دیتا ہے کیا کیا مرا خیال مجھے

سنبھالے دل کو اثر کس طرح وہ کشتہ غم　　جو منتیں کرے دل کی کہ تو سنبھال مجھے

یہ شور یہ ہنگامے یہ ماتم نہ رہینگے — اس معرکۂ عشق میں جب ہم نہ رہینگے
کہنے کو کہا تم نے یقیں ہم کو بھی آیا — تم یاد کروگے ہمیں جب ہم نہ رہینگے
صحرا کی ہمیں خاک اُڑانا ہے گوارا — گلشن میں مگر صورتِ شبنم نہ رہینگے
ایسا ہی اگر آپکا برتاؤ ہے سب سے — یہ دوست یہ ہمراز یہ ہمدم نہ رہینگے
کیوں زلفِ معنبر کا ہے تبانہ دلِ مضطر — کیا پیچ نکل جائینگے یا خم نہ رہینگے
اُٹھ جائیں گی نظریں کبھی لڑ جائینگی آنکھیں — سر سامنے قاتل کے کبھی خم نہ رہینگے
فرمایا اثر سے کہ نمک چھڑکینگے لیکن — جب زخم ترے قابلِ مرہم نہ رہینگے

میں یہ سمجھوں مجھکو حاصل ہوئی عمر جاودانی — کبھی وہ ادھر جو دیکھے باداے جاں ستانی
کبھی دل جگر کا رونا، کبھی حسرتوں کا رونا — نہیں کچھ بھی جسکا حاصل وہ ہی میری زندگانی
کبھی اسکو مار ڈالا کبھی اُسکو مار ڈالا — کھنچی تیغ ہے ستمگر تری باڑھ پر جوانی
تری شکل بھولی بھولی تری باتیں پیاری پیاری — مجھے اب کہاں میسر ہوئی تلخ زندگانی
مجھے یاد آرہی ہیں مجھے خوں رلا رہی ہے — مرے اضطرابِ دل پر وہ کسی کی بدگمانی
انھیں شوق اسقدر تھا کہ نہ سمجھے طور والے — ارنی اگر کہینگے تو سنینگے لن ترانی
کہوں حالِ دل میں کیونکر جو سنے تو کیوں سنے وہ — اُسے نازِ بے نیازی مجھے شغلِ ناتوانی
جہاں شمعیں جل رہی تھیں وہاں دل سلگ رہے ہیں — سرِ بزم جلوہ گر ہے وہ نشاطِ زندگانی
اثر اُس سے دور رہ کر نہیں لطف زندگی کا — کہیں موت جلد آئے کہ ہو دل کو شادمانی

صدمے فراق بت کے کبتک کوئی اٹھائے — مرنے سے ہر گھڑی کے اکبار موت آئے

جو شکل دیکھتے ہی بے اختیار ہنس دے — ایسے کو قصۂ غم کیونکر کوئی سنائے

سو انقلاب دیکھے دنیاے عاشقی میں — اے میرے مضطرب دل ابتو قرار آئے

اس درد عاشقی سے جب ہو نجات شاید — میں دلکو بھول جاؤں دل مجھکو بھول جائے

آنکھوں میں اشک حسرت سینے میں داغ فرقت — بیٹھے ہیں دل گنوائے خاموش سر جھکائے

تم سے نہیں شکایت دل ہی تھا میرا دشمن — بیداد کے طریقے جسنے تمھیں سکھائے

اتنا تو سوچ ظالم جور و جفا کے پہلے — یہ رسم دوستی کی دنیا سے اٹھ نہ جائے

زانو اثر نے بدلا وہ بولے جائیے گا؟ — پائی سزا گیا تھا محفل میں بے بلائے

بیہوشیوں میں ایسا خبردار کون ہے — تیرا حریف اے نگہ یار کون ہے

لذت فروش دیدۂ خونبار کون ہے — تم حسن ہو تو عشق جفا کار کون ہے

بیٹھا ہوں رہگذر میں لئے جنس عاشقی — اس سے غرض نہیں کہ خریدار کون ہے

آئینہ دیکھ اور پھر انصاف سے بتا — مطلوب کون طالب دیدار کون ہے

اس بیقرار دل کو کوئی شغل چاہیئے — امیدوار وعدۂ دیدار کون ہے

ظاہر پرست ہوش میں آ ہوش ہے مجھے — محو جمال یار ہوں سرشار کون ہے

پہلو میں جسکے دفن ہوں نشتر بجائے دل — اس سے زیادہ صاحب آزار کون ہے

زاہد ادھر کھڑے ہیں گنہگار اس طرف — دیکھیں ترے کرم کا سزاوار کون ہے

بیخود ہے عقل ہوش ہی بدست امتیاز — تیری نگہ کے سامنے ہشیار کون ہے
معذور وہ نہین جو کرے جبر اختیار — مجبور دل اگر ہے تو مختار کون ہے
بچھڑی کہیں امید کہیں حسرتیں چھٹیں — اے کاروان دل ترا سالار کون ہے
جسکی فغاں نے دور خزاں میں کھلائے گل — کیوں ہم قفس یہ تازہ گرفتار کون ہے
یوسف کا حسن مصر کا بازار دیکھیے — بکتا ہے کون اور خریدار کون ہے
تصویر انتظار ہے جو بعد مرگ بھی — پہچانتے ہیں آپ یہ بیمار کون ہے
یاد وطن بھی روٹھ گئی مدتیں ہوئیں — غربت میں اے اثر ترا غمخوار کون ہے

ضبط گریہ پر دل ناکام کیوں مسرور ہے — جس جگہ تھا داغ پہلے اب وہاں ناسور ہے
دل میں اُسکا عکس ہے آنکھوں میں اُس کا نور ہے — بزم اُلفت جلوۂ جانانہ سے معمور ہے
دیدہ و دل بنگئے ہیں پردے زیبا کے حجاب — کچھ نہیں کھلتا کہ تو نزدیک ہے یا دور ہے
کیا ہوے کہیں اے ریلے نہ ہو وہ دار و رسن — ذرہ ذرہ کائنات عشق کا منصور ہے
ہنسنے والے گریہ بیرنگ پر اتنا تو سوچ — یہ وہ آنسو ہیں کہ حل آنکھوں کا جنمیں نور ہے
ہم تو راز دہر کچھ اسکے سوا سمجھے نہین — اک فسانہ عشق کا یا حسن کا مذکور ہے
پھر کہیں فرصت نہ ہو یا میں ہی آپے میں نہوں — یہ بتاتے جاؤ میرے حق میں کیا منظور ہے
التفات اہل دنیا پر نہ اتراؤ اثر — دوست بنکر دشمنی اس عہد کا دستور ہے

نفس کی آمد و شد نزع کا عالم دکھاتی ہے
قضا کا شک ہو جسپر ہجر میں وہ نیند آتی ہے

وہ جادو ہے تری آنکھوں میں جسکو سیکھنے شوخی
حیا بن بنکے آتی ہے قضا بن بنکے جاتی ہے

شرارے بنکے آنسو نور آنکھوں کا جلاتے ہیں
محبت وہ بلا ہے آگ پانی میں لگاتی ہے

تم اپنے گھر سدھارو مشکل آسان ہے جائیگی
جواں کو موت آتی ہے مگر مشکل سے آتی ہے

قیامت ڈھا نہ ایسی اے ہجوم شوقِ ناکامی
کسی کی یاد بھی دل سے کنارہ کرتی جاتی ہے

ہوا یہ حال دل کا آخر آخر ضبط گریہ سے
بھنور میں پڑکے جیسے کوئی کشتی ڈوب جاتی ہے

زمانے نے نوازا ہے جنھیں اُنکو نہیں روتی
اثر کی قبر پر کیوں بیکسی آنسو بہاتی ہے

خرام ناز ہے تیرا جو محشر خیز رہنے دے
مجھے نقش قدم پر اپنے سجدہ ریز رہنے دے

شہیدانِ وفا کا خون ہے اتنا تو کر قاتل
حنا کے رنگ میں یہ رنگ بھی آمیز رہنے دے

کہیں ایسا نہو الفت کا پردا فاش ہو جا
مجھے لذت کش دردِ طرب انگیز رہنے دے

کسی کی چین پیشانی کھٹکتی ہے ابھی دلمیں
جنونِ غم ذرا دیر اور ناخن تیز رہنے دے

یہی سرکش نبرد عشق میں جو ہزیمت ہے
سمند عشر کو مجروح صد مہمیز رہنے دے

موافق آگئی اے دل ہوا صحرائے غربت کی
نسیم کوئے جاناں ہر جو عنبر بیز رہنے دے

کشش ہے موت میں لذت اگر ہے زندگانی میں
مزاج عشق قائم ہو گیا پرہیز رہنے دے

ذرا تھم تھم کے ٹوٹیں بجلیاں دل پر تکلم کی
ابھی لبہائے نازک کو تبسم ریز رہنے دے

شراب عیش سے کب اسطرح ساغر چھلکتا ہے
اثر پیمانۂ دل درد سے لبریز رہنے دے

بعید ہے یہ تیری شان دلنوازی سے | کہ درد دیکے نہیں کام چارہ سازی سے

جنوں میں بحث نہیں عقل امتیازی سے | یہ گفتگو ہے محبت کی ترکتازی سے

ہر ایک داغ گنہ محشر ندامت ہے | در قبول پہ توبہ کی سرفرازی سے

کرو مرض کی دوا اختیار ہے تم کو | کہیں یہ درد نہ بڑھ جائے چارہ سازی سے

فسانہ طول قیامت کے سنکے دل بولا | مراد ہوگی شب ہجر کی درازی سے

بنا بنا کے نہ مجھ کو بگاڑ او ظالم | خدا کے واسطے باز آ زمانہ سازی سے

وہ بیخودی ہے کہ جسنے حدیں ملا دی ہیں | جہان عشق کی دنیا سے بے نیازی سے

تڑپ رہا ہوں ذرا پھر نگاہ لطف انگیز | کہ ٹیس بڑھ گئی زخموں میں چارہ سازی سے

نہیں حیات مگر اک نگاہ لطف تری | نہیں ثبات مگر تیری عشوہ سازی سے

ہر اک قدم رہ الفت میں جزو منزل ہے | نہیں ہے عشق حقیقی جدا مجازی سے

وہ طول شوق جسے انتظار کہتے ہیں | مٹائے مٹ نہ سکا تیری بے نیازی سے

بتوں نے ٹیک دین پیشانیاں زمیں پہ اثر | طلوع مہر ہوا مشرق حجازی سے

ہجوم یاس انکی بیوفائی یاد رہنے دے | یہی اک یادگار حسرت برباد رہنے دے

جفا پر ہو جفا بیداد پر بیداد رہنے دے | یوہیں تا حشر مجھ کو خستہ و برباد رہنے دے

نہیں اک خندہ گل سے زیادہ وقفہ ہستی | تمناؤں کو اے دل عشرت برباد رہنے دے

مجھے اپنی سیہ بختی سے الفت ہوتی جاتی ہے | یوہیں شانوں پہ بکھرے گیسوئے شبزاد رہنے دے

وہی ہر وقت کا رونا وہی دُکھڑے محبت کے — خدا کے واسطے باز آ دلِ ناشاد رہنے دے

یہ پابندی مذہب ایک دوہری قید ہے واعظ — محبت خود اسیری ہے مجھے آزاد رہنے دے

قفس کے پاس اک اجڑا نشیمن لا کے رکھا ہے — کوئی صیاد سے کہہ دے کہ یہ بیداد رہنے دے

ترے ان دو چھپے واروں پہ ہنسی آتی ہے زخموں کو — اثر کا خون تجھ سے ہو چکا جلاد رہنے دے

———

ہم انتہائے شوق میں بھی سرگراں رہے — یعنی رہیں لذتِ جورِ بتاں رہے

دل میں بسے ہے تو درد کو پردا بنا دیا، — آنکھوں میں جب بسے ہے تو نظر سے نہاں رہے

مشتاق ہیں آنکھیں گھیرے کہیں ہر سمت سے تجھے — او مست ناز پھول چمن میں کہاں رہے

لوٹوں ہیں گفتگو میں تری یاد کے مزے — دل ہی کے مزے دہن میں بجائے زباں رہے

بیواسطہ جو اے نظر لطف دید ہے — یہ پردۂ نگاہ بھی کیوں درمیاں رہے

میں حدِ اضطراب و سکوں سے گذر گیا — اے جذبِ شوق اب یہی خواب گراں رہے

تابع ہیں تیرے حکم کے انوار سرمدی — تیرے ہی در پہ سر بسجود آسماں رہے

پیشانیِ نیاز نے آغوش میں لئے — کب آپ کے قدم کے زمیں پر نشاں رہے

اک چشمک بہار دکھا کر گذر گئے — یہ گل فریبِ زیست سے امن کشاں رہے

وہ چند لمحے نزع کے تھے حاصلِ حیات — جنمیں طلسمِ دہر کے ہم رازداں رہے

دورِ خزاں کا خوف اُسے کچھ نہیں اثر — جو موسمِ بہار میں بھی نوحہ خواں رہے

———

موقوف دردمندی جب ضبط پر نہیں ہے — پھر کیوں فغاں کی رخصت وقفہ گر نہیں ہے

بربادیوں کا اپنی خوف و خطر نہیں ہے — تیری نظر سے بڑھ کر میری نظر نہیں ہے

کچھ داغ آرزو ہیں آئینہ دار حسرت — آغاز عشق یہ ہے آگے خبر نہیں ہے

خود شوق دید میرا ہے پردہ دار تیرا — دیکھے جو پشت پردہ ایسی نظر نہیں ہے

تاثیر کھو رہی ہے تاثیر کی تمنا — نالہ وگرنہ کس دن وقف اثر نہیں ہے

جلوے تڑپ رہے ہیں آغوش آرزو میں — لیکن جو مضطرب تھے انکو خبر نہیں ہے

جاں نذر عاشقی کر اور عمر جاوداں لے — یہ زہر ہے ہلاہل لیکن ضرر نہیں ہے

کیوں ساتھ چھوڑتی ہے اے جوشش ندامت — دامن ابھی ہمارا اشکوں سے تر نہیں ہے

تعزیر جرم الفت یوں مل رہی ہے مجھکو — روشن ہے اک جہنم داغ جگر نہیں ہے

وہ بے خبر تھے جب تک ہمکو خبر تھی اپنی — انکو خبر ہوئی جب ہمکو خبر نہیں ہے

تیرے سوا جو تجھ سے رکھے کوئی تمنا — آداب عاشقی سے وہ بہرہ ور نہیں ہے

زنداں تن میں اکبار اے روح پھر پلٹ آ — وہ کہہ رہے ہیں رو کر میرا اثر نہیں ہے

اے اثر نالوں میں کچھ تاثیر پیدا کیجئے — ہوک جب دل میں اٹھے اُن کو پکارا کیجئے

حضرت دل کیا بتاؤں آپکو کیا کیجئے — خود بھی رسوا ہو جیئے مجھکو بھی رسوا کیجئے

وحشیوں کو ہوش میں لانا اگر مقصود ہے — وسعت محشر میں اک صحرا اضافہ کیجئے

اس طلسم دہر میں خود زیست ہے وہم نمود — آہ کس امید پر کوئی تمنا کیجئے

روئیے جی کھولکر کچھ دیر اور مر جائیے ۔۔۔ کب تلک ضبط کے صدمے گوارا کیجئے

کارگاہِ خود پسندی میں ہے حیرت کی کمی ۔۔۔ آج گستاخانہ جاکر اُنسے شکوا کیجئے

شل ہوا دستِ دعا بھی ناتوانی اسقدر ۔۔۔ اور ہمت یہ کہ جان نذرِ تمنا کیجئے

قیس کی تقلید کبتک راہ و رسمِ عشق میں ۔۔۔ دشت گردی ہو چکی اب گھر کو صحرا کیجئے

چتونیں ایسی ستمگر جن سے دل ہو پاش پاش ۔۔۔ اور صورت وہ قیامت کی کہ دیکھا کیجئے

خندۂ گل پر بہت صبحِ چمن کو ناز ہے ۔۔۔ ہاں ذرا پھر مسکرا کر مجھ سے پردا کیجئے

عشق کی بیباکیاں کب حسن کی پابند ہیں ۔۔۔ چاک دامانیِ یوسف کو نہ رسوا کیجئے

دردِ دل ناقابلِ عرض اُنکو فرصت ہی نہیں ۔۔۔ بیٹھکر خاموش خونِ صد تمنا کیجئے

ناخدا نامہرباں ساحل عدم سے ہمکنار ۔۔۔ غرقِ گردابِ فنا دل کا سفینہ کیجئے

کس لئے گورِ غریباں میں پھرا کرتے ہیں آپ ۔۔۔ خاک میں جو مل چکے اُنکو نہ چھیڑا کیجئے

جوشش گریہ کی حالت پہلے جو تھی اب نہیں ۔۔۔ شاملِ اشکوں میں اثر دل کے بھی اجزا کیجئے

دمِ آخر بھی جی بھر کے نہ دیکھی شکل قاتل کی ۔۔۔ تڑپنے کیلئے درکار تھیں سب قوتیں دل کی

ہوئی اسطرح آرائش مرے ویرانۂ دل کی ۔۔۔ جنونِ شوق نے برپا ہر اک ذرہ میں محفل کی

بیاضِ صبح پر لکھی شفق نے خون سے اپنے ۔۔۔ وہ رنگیں داستانِ عشق جو تمہید تھی دل کی

حیاتِ جاوداں کافی نہیں تکمیلِ اُلفت کو ۔۔۔ خضر سے شکلیں پوچھو دلِ آوارۂ منزل کی

حبابوں کی نمائش تھی جسے میں بحر سمجھا تھا ۔۔۔ بگولے چند رقصاں تھے حقیقت تھی یہ ساحل کی

پسند آیا ہی دل کو یہ طریقِ سعیِ لاحاصل | وگرنہ راہِ الفت میں ضرورت کیا ہی منزل کی

عروسِ دہر کو دیکھو حقیقت بیں نگاہوں سے | پرستاری کہاں تک اپنے ہی اوہامِ باطل کی

میں وہ برگشتہ قسمت ہوں اگر ساحل نظر آئے | اُلٹ دے آکے کشتی کو ہوائے تند ساحل کی

لبِ بام اک حسیں آیا چھپائے منہ کو بالوں سے | ادھوری رہ گئی تصویر کھنچکر ماہِ کامل کی

مجھے اے جذبِ دل تو جس طرف چاہے ادھر لیجا | نہیں محتاج رہبر کا نہ مجھ کو فکر منزل کی

نگاہِ قیس پیدا کر اگر سودائے الفت ہو | کہ لیلیٰ دل میں ہی اور دل ہی اک تصویر محمل کی

اُدھر قفلِ درِ زنداں ادھر تارِ نفس ٹوٹا | ہوئیں یوں ختم میعادیں اسیرانِ سلاسل کی

سنائے وہ انھیں افسانۂ بیدادِ ناکامی | اثر کو چین لینے دیں اگر بیتابیاں دل کی

نہ مجھکو نیند آتی ہے نہ میرا دم نکلتا ہے | ستارا صبح کا کب دیکھئے ہمدم نکلتا ہے

مجھے سب داغ دل کے پھر بھی ہے سوزِ نہاں باقی | چراغ کشتہ سے جیسے دھواں کم کم نکلتا ہے

قضا دستِ تاسف مل رہی ہے خستہ حالی پر | الٰہی دشتِ غربت میں یہ کس کا دم نکلتا ہے

تکلف برطرف بیکار ہے یہ شغلِ آرائش | کہیں یوں کاکلِ پر پیچ و خم کا خم نکلتا ہے

بہت پچھتائے مجھسے پوچھ کر وہ شرحِ بیتابی | کہ اب ہر داغِ دل اک دفترِ ماتم نکلتا ہے

بہت شیریں زباں تم ہو مگر ہمسے جو سچ پوچھو | خموشی میں تمھاری کچھ عجب عالم نکلتا ہے

کوئی اِس گلشنِ ہستی میں کیا محوِ تماشا ہو | چٹکنے میں کلی کے نزع کا عالم نکلتا ہے

مگر صحرا کی یاد آئی کہ تجھ سے کچھ ہوئی ان بن | سبب کیا تیرے کوچے سے اثر اب کم نکلتا ہے

کیا تماشا ہے کہ مہمانِ دیدہ و دل میں رہے — جو کشیدہ مثلِ ابرو مجھ سے محفل میں رہے

جب تصور بن کے لیلیٰ قیس کے دل میں رہے — کیا تصور کے سوا آغوشِ محمل میں رہے

آہ کتنی صعب ہے یہ رہگذارِ عاشقی — دور منزل سے رہے جو فکرِ منزل میں رہے

اُنکے شوقِ ذبح کی ناکامیاں خنجر سے پوچھ — جنکے دم اٹکے ہوئے اندازِ قاتل میں رہے

یوں نمایاں ہے نقابِ رخ سے حسنِ دلفروز — پرتوِ خورشید جیسے ماہِ کامل میں رہے

حلقۂ زنجیر سے کر اکثر ہوئے راز و نیاز — یاد آیا میکہ ہم قیدِ سلاسل میں رہے

ان بتوں کی یاد میں شامل خدا کی یاد تھی — کچھ سمجھ کر مبتلا اوہامِ باطل میں رہے

ناتواں کا قتل ہے اک نیم جاں کا قتل ہے — یا الٰہی زور باقی دستِ قاتل میں رہے

ہائے پھر بھی آرزوئے دید باقی رہ گئی — گو کہ آنکھوں میں رہے تم یا مرے دل میں رہے

شب کو بزمِ انجم و گل میں تھے جو جلوہ فروز — شوقِ تنہائی ہوا آئے مرے دل میں رہے

اے تلاشِ دوست آ اتنا رحم کر دنیا ہے یہ — کچھ تو رنگِ بے ثباتی میری مشکل میں رہے

اضطراب اُٹھ اضطراب آخر انھیں کہنا پڑا — اب ہمیں دل میں ہیں یا آرزو دل میں رہے

ذرہ ذرہ آئینہ ہے خود نمائی اسقدر — پردہ داری یہ کہ پنہاں آنکھ کے تل میں رہے

قتل گہہ میں امتیازِ حسن و الفت اٹھ گیا — خون کے دھبے حنائے دستِ قاتل میں رہے

ڈوب کر تہ میں وہ موتی کیا نکالیگا اثر — جو سراسیمہ خیالِ بحر و ساحل میں رہے

رات دن ناکامیوں سے کام ہے — زندگی یارب اسی کا نام ہے!

میں ہوں وہ دردی کش بزمِ ازل　　کاسۂ خورشید میرا جام ہے
بیخودی نے مجھ کو پہونچایا وہاں　　جسکے آگے بس خدا کا نام ہے
راہ تکنے والے! شب آخر ہوئی　　دل کے خوں ہونے کا اب ہنگام ہے
باز آ ظالم! ستم سے باز آ　　بیگنا ہی موردِ الزام ہے
ہجر میں راحت بھی راحت ہے نصیب　　دردِ دل ہیں لب پہ تیرا نام ہے
اُن سے رسم خط کتابت اُٹھ گئی　　اب اجل سے نامہ و پیغام ہے
ہوش میرے اُڑ گئے جب یہ سُنا　　حشر ہے دیدار اُن کا عام ہے
زندگی وقفہ ہے تیرے ہجر کا　　مرگ کیا ہے وصل کا پیغام ہے
خدمتِ واعظ میں جاتے ہیں آثر　　ہاتھ میں چھلکا ہوا اک جام ہے

داستانِ دلِ گم گشتہ بیاں ہوتی ہے　　بیکسی روتی ہے حسرت نگراں ہوتی ہے
ہم بھی دیکھ آئے ترے کشتۂ ابرو کا مزار　　جیسے آراستہ پھولوں کی دکاں ہوتی ہے
قدردانی ہے تری اے نگہِ دردفروش　　دل شکستوں سے کہیں ورنہ فغاں ہوتی ہے
رقص کرتا ہے ہر اک جذبۂ کامل دل میں　　لیتے ہی نام ترا مست زباں ہوتی ہے
وہ تغافل نہ سہی لطف و مدارا ہی سہی　　دلِ بیتاب کی تسکیں کہاں ہوتی ہے
خواب نوشیں تھا جسے عہد جوانی سمجھے　　آنکھ جب کھل گئی تعبیر بیاں ہوتی ہے
دل اِدھر اور اُدھر صبح کا تارا ڈوبا　　لو طلوع سحر درد کشاں ہوتی ہے

یاس روتی کہین سر پیٹتی حسرت ہوگی	عبرت دہر کا مرکز مری تربت ہوگی
توڑ دے تیر کو سینے مین کہ غم دوست ہون مین	جسقدر درد بڑھے گا مجھے راحت ہوگی
خاک ہونے پہ جو رہ جائیگی حسرت دل میں	ناز پروردہ آغوش محبت ہوگی
میری آہوں میں تری زلف کا نقشہ ہوگا	میرے اشکوں میں تری چاندسی صورت ہوگی
نیند آنکھوں میں بھری ہوگی باندازِ خمار	تیرے بیمار کی یہ نزع میں حالت ہوگی
اشک سیماب کے مانند تڑپتے ہوں گے	میرے دامن میں مرے دل کی حقیقت ہوگی
داغ دل چہرۂ خورشید کا غازہ ہوں گے	آہ سرمایۂ آشوب قیامت ہوگی
رنگ ابناے جہاں دیکھ کے حیرت ہے مجھے	سرزمیں کون ہے وہ جسمیں مروت ہوگی
جھلملاتے ہوئے کچھ داغ ہیں کچھ شمعیں ہیں	رات ادھر اور ادھر ختم یہ صحبت ہوگی
ٹکٹکی باندھ کے وحشت مجھے دیکھے گی اثر	اس طرح دشت محبت کی سیاحت ہوگی

نوچتا ہوں زخم سینہ کوٹ کے	رہ گیا ہے تیر دل میں ٹوٹ کے
ہاے وہ دلدادۂ زنداں اسیر	رو رہے ہیں قید سے جو چھوٹ کے
شاہدان شوخ چشم ابرو کمان	لے گئے دل کی کمائی لوٹ کے
کر چکے پہلے ہی کعبہ کو سلام	اب کدھر جائیں بتوں سے چھوٹ کے
چوٹ اور وہ بھی تری چتون کی چوٹ	بہہ گئے دل کے پھپھولے پھوٹ کے
دشمنی بغض و حسد کینہ فساد	اے اثر یہ پھل ہیں سارے پھوٹ کے

میں ہوں وہ دردی کش بزم ازل　　کاسۂ خورشید میرا جام ہے

بیخودی نے مجھ کو پہونچایا وہاں　　جسکے آگے بس خدا کا نام ہے

راہ تکنے والے! شب آخر ہوئی　　دل کے خوں ہونے کا اب ہنگام ہے

باز آ ظالم! ستم سے باز آ　　بیگناہی مورد الزام ہے

ہجر میں راحت ہی راحت ہے نصیب　　درد دل میں لب پہ تیرا نام ہے

اُن سے رسم خط کتابت اُٹھ گئی　　اب اجل سے نامہ و پیغام ہے

ہوش میرے اُڑ گئے جب یہ سُنا　　حشر ہے دیدار اُن کا عام ہے

زندگی وقفہ ہے تیرے ہجر کا　　مرگ کیا ہے وصل کا پیغام ہے

خدمت واعظ میں جاتے ہیں اثر　　ہاتھ میں چھلکا ہوا اک جام ہے

داستان دل گم گشتہ بیاں ہوتی ہے　　بیکسی روتی ہے حسرت نگراں ہوتی ہے

ہم بھی دیکھ آئے ترے کشتۂ ابرو کا مزار　　جیسے آراستہ پھولوں کی دکاں ہوتی ہے

قدردانی ہے تری اے نگہ درد فروش　　دل شکستوں سے کہیں ورنہ فغاں ہوتی ہے

رقص کرتا ہے ہر اک جذبۂ کامل دل میں　　لیتے ہی نام ترا مست زباں ہوتی ہے

وہ تغافل نہ سہی لطف و مدارا ہی سہی　　دل بیتاب کی تسکیں کہاں ہوتی ہے

خواب نوشیں تھا جسے عہد جوانی سمجھے　　آنکھ جب کھل گئی تعبیر بیاں ہوتی ہے

دل ادھر اور اُدھر صبح کا تارا ڈوبا　　لو طلوع سحر درد کشاں ہوتی ہے

یاس روتی کہین سرپٹکتی حسرت ہوگی — عبرت دہر کا مرکز مری تربت ہوگی

توڑ دے تیر کو سینے مین کہ غم دوست ہوں مین — جسقدر درد بڑھے گا مجھے راحت ہوگی

خاک ہونے پہ جو رہ جائیگی حسرت دل میں — ناز پروردہ آغوش محبت ہوگی

میری آہوں میں تری زلف کا نقشہ ہوگا — میرے اشکوں میں تری چاندسی صورت ہوگی

نیند آنکھوںمیں بھری ہوگی باندازِ خمار — تیرے بیمار کی یہ نزع میں حالت ہوگی

اشک سیماب کے مانند تڑپتے ہوں گے — میرے دامن میں مرے دل کی حقیقت ہوگی

داغ دل چہرۂ خورشید کا غازہ ہوں گے — آہ سرمایۂ آشوب قیامت ہوگی

رنگ ابناے جہاں دیکھکے حیرت ہی مجھے — سرزمیں کون ہے وہ جسمیں مروت ہوگی

جھلملاتے ہوے کچھ داغ ہیں کچھ شمعیں ہیں — رات ادھر اور ادھر ختم یہ صحبت ہوگی

ٹکٹکی باندھ کے وحشت مجھے دیکھے گی اثر — اس طرح دشت محبت کی سیاحت ہوگی

نوچتا ہوں زخم سینہ کوٹ کے — رہ گیا ہے تیر دل میں ٹوٹ کے

ہاے وہ دلدادۂ زنداں اسیر — رو رہے ہیں قید سے جو چھوٹ کے

شاہدان شوخ چشم ابرو کمان — لے گئے دل کی کمائی لوٹ کے

کر چکے پہلے ہی کعبہ کو سلام — اب کدھر جائیں بتوں سے چھوٹ کے

چوٹ اور وہ بھی تری چتون کی چوٹ — بہہ گئے دل کے پھپھولے پھوٹ کے

دشمنی بغض و حسد کینہ فساد — اے اثر یہ پھل ہیں سارے پھوٹ کے

وہ اٹھکر نیند سے ملتے ہوئے سُرخ انکھڑیاں آئے
جلاتے صبر کا خرمن گراتے بجلیاں آئے

عدم سے منزلِ ہستی میں یوں ہم ناتواں آئے
صبا کے ساتھ بوئے گل کا جیسے کارواں آئے

امام مسجد جامع شب آدینہ میخانہ
کوئی پوچھے تو حضرت آپ رندوں میں کہاں آئے

تعجب ہے اُنھیں سے عرش اعظم کو تزلزل ہے
وہ نالے جو بمشکل کھینچ کے دل سے تا زباں آئے

کہاں کی دادخواہی حشر اک شہرِ خموشاں تھا
سرِ محشر ترے خونی کفن جب نوحہ خواں آئے

گئے وہ دن کہ دل میں تیر کھانے کی تمنا تھی
اب اس حسرت میں جیتے ہیں کہ مرگِ ناگہاں آئے

میں اپنا دردِ دل کہتا ہوں وہ منہ پھیر ہنستے ہیں
خداوندا یہ کیسے دردِ دل کے قدرداں آئے

وہ بیگانہ تھا جسکو دردِ دل کا رازداں سمجھے
وہ دیوانہ تھا جسکو ہم سُنا کر داستاں آئے

وطن افسانہ تھا جب ہم اسیرانِ کہن چھوٹے
چمن ویرانہ تھا جب ڈھونڈتے ہم آشیاں آئے

زباں کھلتے ہی اُس کافر نے یہ کہکر زباں سیدی
اثر اچھا نہو گا اب جو شکوے درمیاں آئے

درِ ساقی پہ اب وہ رندے آشام آتا ہے
کہ جسکی سمت از خود رقص کرتا جام آتا ہے

یہ محویت کا عالم ہے کسی سے بھی مخاطب ہوں
زبان پر بے تحاشا آپ ہی کا نام آتا ہے

مریضِ جاں بلب کو دیکھ لو پھر اک نظر جاکر
مسیحائی ہے ورنہ بے طرح الزام آتا ہے

تمھاری یاد میں جینا تمھیں پر جان دیدینا
ہمیں کچھ کام آتا ہے تو اتنا کام آتا ہے

یہ کہکر میرے استقبال کو سب مغبچے دوڑے
ابھی تھا ذکر جسکا لو وہی بدنام آتا ہے

یہ کیسی اچھی صورت والے آتش کے ہیں پرکالے
ہر اک انمیں لئے فتوائے قتل عام آتا ہے

خراباتِ مغاں کی تجھ سے عظمت کیا کہوں واعظ | گدا کے بھیس میں خورشید لے کر جام آتا ہے
دیارِ حسن میں شاید یہی دستور ہے یعنے | جوابِ خط کے بدلے موت کا پیغام آتا ہے
اسی اُمید میں ہم تشنہ لب میخانہ سے اُٹھے | ادھر اب جام آتا ہے ادھر اب جام آتا ہے
عدو سے وہ کھنچیں تو حرف آتا ہے تواضع پہ | اگر مجھ سے ملیں تو وضع پر الزام آتا ہے
حرم میں جس نشانِ سجدۂ قشقہ سے چھپائے تھا | وہی اب دیر میں باندھے ہوئے احرام آتا ہے
یہی سر اور سودا تھا وہی سر اور پتھر ہیں | نہ جب آرام آتا تھا نہ اب آرام آتا ہے
لٹاتا بادۂ مستی دکھاتا جادۂ ہستی | مبارک ہو اثر وہ ساقیِ گلفام آتا ہے

خبطِ سودا سے سُبکباری ہے | عقل اک دام گرفتاری ہے
تنگیِ قبر نکیرین فشار | آئیے وقتِ مددگاری ہے
کون بیٹھا ہے سرہانے میرے | خواب یا عالمِ بیداری ہے
روز کچھ داغ نئے ملتے ہیں | فیض اے عشق ترا جاری ہے
کہکے بے موت اثر کو مارا | آپکو عشق کی بیماری ہے

اس دہر میں فراز نہ کوئی نشیب ہے | یہ امتیاز تیری نظر کا فریب ہے
کھینچے نہ یوں دلوں کو صدا عندلیب کی | پردے میں ان گلوں کے کوئی جامہ زیب ہے
رازِ طلسمِ زیست سمجھئے تو کس طرح | اک شوق ہے سو وہ بھی شکارِ فریب ہے

ہیں تہ میں انتظار کی سوزِ ازل نہاں — اک وہم ہے ثبات قرار و شکیب ہے
اللہ رے رعب شاہدِ حسنِ ازل آثر — عشق نبرد پیشہ کے دل میں نہیب ہے

دلوں کو داغ ملے لذتِ فغاں کیلئے — بنائے درد ہوئی عیشِ جاوداں کیلئے
بتائیں کیا کہ عدم سے جہاں میں کیوں آئے — نشانیوں کی ضرورت تھی بے نشاں کیلئے
جفا میں پہلوے کینہ تمھیں نہیں زیبا — یہ طرز رہنے دو بیداد آسماں کیلئے
ستم سے جب نہ ہوئی راہِ عشق میں لغزش — بنا کرم کی ہوئی میرے امتحاں کیلئے
مٹائے جاتے ہیں اسلاف کے نشانِ قبور — نکالی جاتی ہیں گنجائشیں مکاں کیلئے
کھٹک رہے تھے وہ تنکے بھی چشمِ گردوں میں — ہوے تھے جمع بمشکل جو آشیاں کیلئے
اجل نے گورِ غریباں کی سمت اشارہ کیا — زمیں ڈھونڈتا پھرتا تھا میں مکاں کیلئے
حدودِ مملکتِ دل بھی طے نہیں ہوتے — خراب کیوں نہ پھریں تیرے آستاں کیلئے
اثر ہے نام، وطن لکھنؤ، عزیز اُستاد — نکالتا ہوں نئے راستے زباں کیلئے

شبِ غم ضبطِ نالہ او ستم ایجاد کیا کرتے — نہ کرتے ہم اگر فریاد پر فریاد کیا کرتے
جسے تھا ذوقِ ناشادی اُسے وہ شاد کیا کرتے — رہینِ حسرتِ بیداد پر بیداد کیا کرتے
اسی کی خاک کے ذروں سے روشن بزمِ امکاں ہے — زیادہ اس سے وہ قدرِ دلِ برباد کیا کرتے
نزاکت پر یہ عالم ہے کہ بسمل اک عالم ہے — کلائی میں جو کس ہوتا تو یہ جلاد کیا کرتے

جگر میں رہ گیا ہر قطرہ داغ آرزو بن کر — ہم اپنے خون سے رنگین دامن جلاد کیا کرتے

تجھے ہمنے جو پہچانا تو درد دل سے پہچانا — تو ہی تھا درد تو ہی دل تجھے پھر یاد کیا کرتے

تصور نے تمھیں دوری میں بھی پیش نظر رکھا — رہے تم جنکی آنکھوں میں وہ تمکو یاد کیا کرتے

کسی کا خندۂ بیجا نمکپاش جراحت تھا — دعائیں دے رہے تھے اور ہم ناشاد کیا کرتے

عیاں تھا حال چہرے سے مگر اُسنے نہ کچھ پوچھا — بیاں اپنی زباں سے ہجر کی روداد کیا کرتے

غنیمت ہے نہ سمجھے مدعائے بندگی ورنہ — خدا جانے یہ بت حق میں مرے ارشاد کیا کرتے

یہاں ہر سانس میں اک نقش رنگیں جلوہ پیرا تھا — جگر کاوی میں نقل صنعت فرہاد کیا کرتے

وہی اک خواب سنگیں تھا کہ جسکا مدعا گم تھا — عدم سے آکے سیر عالم ایجاد کیا کرتے

بتقریب ندامت رکھ لیا نشتر کو سینے میں — لہو تن میں کہاں تھا خاطر فصاد کیا کرتے

اٹھاتے کیوں اثر وہ قید ضبط اپنے اسیروں سے — محبت کے جو بندے تھے انہیں آزاد کیا کرتے

باطل تمام دعوئے دیدار ہوگئے — دل سب کے اک نگاہ میں بیکار ہوگئے

ترتیب دے رہا تھا میں اجزائے عشق کی — آثار صبح حشر نمودار ہوگئے

اک ناتواں کے قتل کی اللہ رے خوشی — گویا حیات و مرگ کے مختار ہوگئے

نظارہ تشنہ کام رہا بزم ناز میں — مشتاق دید عاشق گفتار ہوگئے

مقتل میں بھی نہ نکلی تڑپنے کی آرزو — دل اضطراب شوق سے بیکار ہوگئے

اب تو پلک جھپکنے دے او بیقرار دل! — ظاہر فلک پہ صبح کے آثار ہوگئے

اُن طائروں کی حسرتِ پرواز الاماں
جو عین فصلِ گُل میں گرفتار ہو گئے

غنچہ تھا ناشگفتہ دہن جس کو کہہ دیا
دو پھول تھے گلاب کے رخسار ہو گئے

دل کب رہا جو منتِ درماں اُٹھائیے
روزن ہیں جن سے تیرِ نظر پار ہو گئے

آنسو اُٹھا جو رکھے تھے بہرِ نثارِ دوست
صرفِ وداعِ حسرتِ دیدار ہو گئے

کوئی حجاب جب نہ رہا اُف ترے حجاب
موسیٰ کے ہوش پردۂ دیدار ہو گئے

وارفتگانِ شوق کی ہے موت زندگی
جب آنکھ بند ہو گئی بیدار ہو گئے

ذرّے یہ خاک کے نہیں اک اک حسین ہے
مٹی کے رنگ جامۂ زرتار ہو گئے

آئینہ جب سے دہر کی حالت ہوئی اثرؔ
ہم زندگی کے نام سے بیزار ہو گئے

کب مرے دل کا داغ جلتا ہے
گو ہر شب چراغ جلتا ہے

روز و شب دل کا داغ جلتا ہے
رات دن یہ چراغ جلتا ہے

خود بخود دل کا داغ جلتا ہے
بے جلائے چراغ جلتا ہے

آخری دل کا داغ جلتا ہے
گھر کا چشم و چراغ جلتا ہے

داغِ دل آج لو نہیں دیتا
کچھ بجھا سا چراغ جلتا ہے

آہیں بھڑکا رہی ہیں شعلۂ عشق
آندھیوں میں چراغ جلتا ہے

بتکدے کی ہر ایک شے ہے حسیں
پھول ہے یا چراغ جلتا ہے

تیرے عارض کی چھوٹ کے آگے
مہر کا کب چراغ جلتا ہے

زلفیں بکھری ہوئی ہیں عارض پر — بدلیوں میں چراغ جلتا ہے

تبِ غم آنکھ میں نہیں آنسو — ہر پلک پر چراغ جلتا ہے

آنچ دینے لگا شباب میں حُسن — عکس رُخ سے چراغ جلتا ہے

دل ہی روشن نہیں آخر ورنہ — ہر نفس میں چراغ جلتا ہے

نشیلی انکھڑیوں میں سرمہ کی تحریر دیکھینگے — درِ میخانہ سے لپٹی ہوئی زنجیر دیکھینگے

حقیقت موت کی ہم اہلِ دل اتنی سمجھتے ہیں — جو دیکھا عمر بھر اُس خواب کی تعبیر دیکھینگے

وہ قاتل جب پلٹتا ہے صدا لاشوں سے آتی ہے — دوبارہ بھی کبھی عریاں تری شمشیر دیکھینگے

تری زلفوں کا سودا ہے جنھیں فصلِ بہاری میں — بجائے موجۂ گل دور تک زنجیر دیکھینگے

سراپا شمع کے مانند جلتے ہیں جو راتوں کو — جھلکتی دل کے داغوں میں تری تصویر دیکھینگے

جنھیں وہ صید افگن زخم خوردہ چھوڑ جائیگا — حیات و مرگ کے مابین حائل تیر دیکھینگے

خبر کیا تھی کہ ضبطِ آہ کا انجام یہ ہوگا — ہر اک تارِ نفس وابستۂ زنجیر دیکھینگے

مبارک عشق تہمت دوست اُنکو بھی یہی ضد ہے — تری ہر بات میں آمیزشِ تقصیر دیکھینگے

تکے گی یاس پتھرائی ہوئی آنکھوں سے وہ منظر — کہ مرنے والے آنے میں ترے تاخیر دیکھینگے

ہر اک داغِ جگر اک دفترِ جذبات رنگیں ہے — کہاں تک آپ لفظِ عشق کی تفسیر دیکھینگے

بدن میں تھرتھری سر خم عرق آلودہ پیشانی — حضور آپ اور جذبِ شوق کی تاثیر دیکھینگے

گنہگارانِ اُلفت کو آخر کیا ڈر قیامت کا — زہے تقدیر جرمِ عشق کی تعزیر دیکھینگے

عذاب ہوتی ہے الفت عذاب ہوتی ہے — خراب ہوتی ہے مٹی خراب ہوتی ہے
بیاں حقیقت عہدِ شباب ہوتی ہے — طلسم بندی دنیائے خواب ہوتی ہے
نگہ جو رخ سے ترے کامیاب ہوتی ہے — متاعِ ہستی برقِ اضطراب ہوتی ہے
وہ مدعائے تپش ہوں کہ بس تڑپتے ہیں — تسلی دلِ پر اضطراب ہوتی ہے
ستم سے دل کو ہوا ہے لگاؤ کچھ ایسا — نگاہ مہر بھی چشم عتاب ہوتی ہے
وہ پھول وس میں ڈوبے ہوئے صبحِ بہار — کہ جیسے جام میں صہبائے ناب ہوتی ہے
طلب ہوا ہے سر حشر ایک دیوانہ — سنو حقیقت دل بے نقاب ہوتی ہے
نہ پوچھ چشمک ساقی کی کیفیت زاہد — رگوں میں خوں کے بدلے شراب ہوتی ہے
دلوں کی خیر کہ اک عشوہ ساز کی شوخی — ستم فروش بطرزِ حجاب ہوتی ہے
مگر جلا دیا سوز دروں نے قلب اثر — بسی ہر اشک میں بوئے کباب ہوتی ہے

چارہ سازوں کی ضرورت ہے نہ غمخواروں کی — اب شفا موت ہے ان ہجر کے بیماروں کی
ماتم دل میں ہر اک داغ سیہ پوش ہوا — شام غم بن گئی تصویر عزا داروں کی
گرتی پڑتی چلی آتی ہے نسیم سحری — سر میں اب تک ہیں ہوائیں تری دیواروں کی
اُف وہ طوفان ندامت کہ جہنم ڈوبے — بن گئی بات سر حشر گنہگاروں کی
عشق اور وہ بھی تری زلف مسلسل کا عشق — بڑھتی ہی جائینگی میعادیں گرفتاروں کی
دلے خود رفتگی شوق کہ آخر اُس کو — آزمائش ہوئی منظور طلبگاروں کی

نبضیں چھوٹی ہوئی دم آنکھوں میں آنکھیں سوئے در — دیکھی جاتی نہیں حالت ترے بیماروں کی

بے نیازی کی ادائیں ہیں تمہارا ایجاد — حسن کو پہلے ضرورت تھی پرستاروں کی

آہ یہ کون سوئے گور اثر آتا ہے — چہرہ اترا ہوا پوشاک عزاداروں کی

کوئی صحرا ہی یہاں اور نہ بیاباں کوئی — یعنی اس دل کے مقابل نہیں ویراں کوئی

ہائے وہ عشق کہ انجام ہے جس کا مفقود — ہائے وہ درد کہ جسکا نہیں درماں کوئی

جان کے ساتھ ہے یہ کشمکش حسرت و یاس — دم نکل جائے جو نکلے کبھی ارماں کوئی

در و دیوار پہ چھائی ہے اداسی کیسی — مر گیا گھٹ کے مگر قیدی زنداں کوئی

دیکھ لے ایک نظر آنکھ چرانے والے — نیم جاں ہے کوئی بسمل کوئی بیجاں کوئی

اک تبسم کہ لگاوٹ کی جھلک ہو جسمیں — قتل عاشق کو بھی درکار ہے ساماں کوئی

ڈوبتے وقت ہی تنکے کا سہارا ہی بہت — زخم میں دل کے کھٹکتا رہے پیکاں کوئی

فصل گل آتے ہی یہ شور تھا دیوانوں میں — ابکی باقی رہے دامن نہ گریباں کوئی

یوسف مصر کو رہنے دے زلیخا کا اسیر — دل سے بہتر نہیں تیرے لئے زنداں کوئی

ان بتوں سے اثر اللہ بچائے رکھے — دشمن جاں ہے کوئی دشمن ایماں کوئی

شوق میں مر گئے مرنے والے — کیا سنورتا ہے سنورنے والے

فاتحہ سے مجھے محروم نہ رکھ — میری تربت پہ گذرنے والے

سانس اوپر کی لیا کرتے ہیں — دم تری چاہ کا بھرنے والے
ہر ادا کہتی تھی قاتل قاتل — کیا ہی چھپتے ہیں پکڑنے والے
بت کو اللہ بنا کر چھوڑا — کام کچھ کر گئے کرنے والے
ورق گل کی طرح پارہ دل — نظر آتے ہیں بکھرنے والے
خلق افسانہ کہا کرتی ہے — دیکھ یوں مرتے ہیں مرنے والے
درد اُٹھ اُٹھ کے اثر بیٹھ گیا — داغ اُبھرے نہ ابھرنے والے

جبکو چاہا اُسکو چاہے جائینگے — بیمروت سے نباہے جائینگے
دل سے ہم مجبور ہیں اُس بزم میں — کوئی چاہے یا نہ چاہے جائینگے
لذت زخم جگر قاتل نہ پوچھ — حشر تک تجھ کو سراہے جائینگے
دردمیں اے دل کمی کرتا ہے کیوں — اب قسم لے کراہے جائینگے
آپ کو مرگ اثر کا ہے ملال — قبر پر بھی گاہے ماہے جائینگے

شان مظلومی ستمگر کو دکھانا چاہیئے — اے اثر قاتل کو ہنسکر رُلانا چاہیئے
یہ خلیل اللہ کی تعمیر ڈھانا چاہیئے — جس جگہ دل ہو وہیں کعبہ بنانا چاہیئے
دل کو جولانگاہ غم پہلے بنانا چاہیئے — پھر قدم راہ محبت میں اُٹھانا چاہیئے
ایک ہی پرواز میں طے کر گلستاں تھہود — طائر جاں کو یہاں کب آشیانا چاہیئے

شکوہ سنجانِ ستم نالے پپیہے کے سُنے
یوں مزے لے لیکے دلپر چوٹ کھانا چاہیئے

سسکیاں بھرتے ہی بھرتے سازِ دل آہِ باثر اش
درد کی لَے مطربِ غم یوں بڑھانا چاہیئے

کہہ رہی ہے روح قید تن میں گھبرائی ہوئی
مجھ کو میعاد اسیری تو بتانا چاہیئے

ہوں وہ ذرہ جو کبھی خود رشکِ خورشید تھا
میرے مٹنے کے لئے بھی اک زمانہ چاہیئے

رات کا پچھلا پہر، فطرت کو غش آیا ہوا
دل کے خوں ہونے کو وقت ایسا سہانا چاہیئے

میں سنبھالوں کیوں تڑپتے دلکو اے ناوک فگن
ہے منجی چٹکی تو جنبش میں نشانہ چاہیئے

زینہار اے رہروانِ منزلِ گم گشتگی!
اس طلسمِ دہر کا دھوکا نہ کھانا چاہیئے

ایک دل تھا دے چکا لاؤں کہاں سے اور دل
روٹھنے والے تجھے کیونکر منانا چاہیئے

شور ہم میں عیب ہے اے نالہ پردازِ چمن
سانس لینے میں کلیجہ منہ کو آنا چاہیئے

ہاے وہ جینا کہ جس کا مدعا کوئی نہ ہو
ہاے وہ مرنا کہ جسکو اِک بہانہ چاہیئے

خود ہمارے ہوش پر وہ خود ہمارا دل حجاب
عقل حیراں ہے کہ کیونکر تجھ کو پانا چاہیئے

تیغ گر دل کے قریب اور وہ رگِ جاں کے قریب
فرقِ نازک ہے اشاروں میں بتانا چاہیئے

داستانِ دل سنی اور ہنسکے کافر نے کہا
اپنی بیتی بھی اثر اب کچھ سنانا چاہیئے

تو کرکے اُسنے اکدن جو مجھ سے گفتگو کی
پھر وں سُنا کیا ہوں آوازہ تو ہی تو کی

حسنِ ازل کا تیرے آئینہ بنگئی ہیں
فطرت میں جذب ہو کر سب قوتیں نمو کی

جس سمت آنکھ اُٹھائی تیرے نشاں تو دیکھے
لیکن تجھے نہ پایا ہر چند جستجو کی

بجھتا رہا ہوں کیا کیا غفلت شعاریوں پر
کیوں تیری آرزو کی اپنی نہ آرزو کی

ساقی تھا بزم مے تھی مہتاب تھا اُفق پر
ساغر کی جھلکیں تھیں بدمستیاں سبو کی

تھراتی شمع محفل پروانے کانپ اُٹھے
رندوں نے بیخودی میں جو ایک بار ہُو کی

کیا کیا مہک رہے ہیں گلہائے داغ حرماں
مہماں ہے شام فرقت دعوت ہے رنگ و بو کی

تھا اک چمن سراپا شوریدہ سر تھا را
وہ جسم زار اُس کا وہ دھاریاں لہو کی

چاکِ دل اثر نے کب التیام پایا
پلکیں گڑو کے دیکھو باقی ہے چار فو کی

طاقت گھٹتی جاتی ہے اور دردِ دل بڑھتا جاتا ہے،
پہلے غش پر غش آتا تھا۔ اب مشکل سے ہوش آتا ہے

میں آگ میں اپنی جلتا ہوں میں آپ ہی اپنا شیدا ہوں
پروانے اپنے ہوش میں رہ کیا مجھ کو عشق سکھاتا ہے

ٹھنڈی سانسیں بھرتے بھرتے دل کی یہ حالت ہے جیسے
غنچہ کوئی کھلتے کھلتے، ڈالی میں مرجھاتا ہے،

کیا صرف آہوے وحشی ہی مانوس ہیں مجھ دیوانے سے
میرے صحرا میں اکثر مجنوں دل بہلانے آتا ہے

اک گونہ تسکیں ہو جاتی ہے دل کی اثر بیتابی میں
سینہ کوٹا کرتا ہوں جب سینے میں دم گھبراتا ہے

یوں جھلک اٹھے ہر اک داغ چراغاں ہو جائے — تو اگر بزم فروز شب ہجراں ہو جائے

عکس رخسار سے بہتا ہوا دریا ٹھہرے — دیکھکر نقش قدم آئنہ حیراں ہو جائے

وہ جو پنہاں رہے آنکھوں سے تو آنکھیں ڈھونڈیں — جلوہ دکھلائے تو نظارہ پریشاں ہو جائے

دل ہی لذت کش آزار نہیں ہے ورنہ — رو کش صبح وطن شام غریباں ہو جائے

اس طرح پوج بتوں کو کہ خدا یاد آئے — یہ صنمخانۂ دل مرکز ایماں ہو جائے

ہے جواں نام خدا زور جوانی دکھلا — تیر وہ مار کہ پیوست رگ جاں ہو جائے

ہائے وہ کشتۂ حسرت جو نہ تڑپا دم ذبح — جسکو یہ ڈر تھا کہ قاتل نہ پریشاں ہو جائے

کام کیا ہم کو فضولی سے وگرنہ منعم — بوریا فقر کا اورنگ سلیماں ہو جائے

ساقیا دے مجھے وہ جام مئے ہوش ربا — کہ یہ نیرنگ جہاں خواب پریشاں ہو جائے

تھا جو ہونا وہ ہوا کیوں ہے تاسف قاتل — تیغ پھر کھینچ ابھی عید شہیداں ہو جائے

مدد اے جوش جنوں ہاتھ الجھتا ہے ابھی — چاک دل چاک جگر صرف گریباں ہو جائے

سینہ چاکی کی ہوس پوچھئے اسکے دل سے — دست شل جسکا کہ پیوند گریباں ہو جائے

گرمیٔ شوق میں نظارہ کی فرصت معلوم — نور آنکھوں کا اثر شمع شبستاں ہو جائے

یاد کیا تجھکو دلاؤں میں وفائیں اپنی — یاد کر یاد ستمگار جفائیں اپنی

شوق آرائش گیسو کا نتیجہ تھا یہی — آئنہ خانہ میں لیتے ہیں بلائیں اپنی

اللہ اللہ وہ عالم شب تنہائی کا — خامشی پڑھ کے سناتی تھی صدائیں اپنی

بھیس پہچاں کے کافر نے دیا صاف جواب
سائیں لیجاؤ کہیں اور دعائیں اپنی

آئینہ منتظر دید ہی رہ جائے گا
میری آنکھوں سے کبھی دیکھ ادائیں اپنی

عکس ہے نقش سویدا کا یہ سنگ اسود
کہیں دیرینہ ہیں کعبے سے بنائیں اپنی

جسم نازک یہ ترے دیکھکے ملبوس بہار
پھر نہ بدلیں کبھی غنچوں نے قبائیں اپنی

تیری مرضی ہو جہاں بھیج دے ای داور حشر
مجھ سے دوہرائی نہ جائینگی خطائیں اپنی

طائر فکر اثر سے کبھی اونچے نہ اڑے
لاکھ باندھا کیئے جبریل ہوائیں اپنی

آشنائے غم کیا نا آشنائی نے مجھے
مار ڈالا ان بتوں کی کج ادائی نے مجھے

آستاں تیرا نظر آیا جدھر اٹھی نظر
جب کیا بیتاب شوق جبہ سائی نے مجھے

باعث حیرت ہوئے تھے جلوہ ہائے رنگ رنگ
آئینہ دکھلا دیا دل کی صفائی نے مجھے

پیشوائی کے لئے نکلی نسیم کوے دوست
کر دیا جب خاک سوز نارسائی نے مجھے

جسقدر تڑپا بڑھی صیاد کی دلبستگی
قید رکھا عمر بھر ذوق رہائی نے مجھے

میں پرستار اپنے ہی اوہام باطل کا رہا
کفر کی تعلیم دی زہد ریائی نے مجھے

ایک تیرے لطف کا اور ایک تیرے قہر کا
یہ مہ و خورشید دکھلاتے ہیں آئینے مجھے

رہبری میں دل کی سمجھا عشق کو پایان پست
لاکھ بھٹکایا اصول ارتقائی نے مجھے

سینہ کوبی کے لئے اٹھ اٹھ کے اکثر رہ گیا
خوں میں نہلایا تھا جرأت حنائی نے مجھے

وہ سکون دل کہ جسکا ایک پرتو ہی بہشت
دیدیا سب کچھ ترے در کی گدائی نے مجھے

خالی از معنی تھی گلشن میں صفیر عندلیب ترجمان اپنا بنایا خوشنوائی نے مجھے

طالع بد کی شکایت کس طرح کیجیے آثر باز رکھا وصل سے وہم جدائی نے مجھے

گر تغافل کی شکایت کیجیے کہتا ہے ترکِ محبت کیجیے

ہوش میں لائیے دیوانوں کو آئنہ بندی وحشت کیجیے

زلفیں بکھرا کے رُخِ زیبا پر شرحِ آشوبِ قیامت کیجیے

آخری شرطِ وفا پوری ہو رخصتِ مرگ عنایت کیجیے!

تیغ رُکتی ہے تو دم رُکتا ہے کون کہتا ہے رعایت کیجیے،

روٹھ جاتا ہے تو کب منتا ہے لاکھ سمجھائیے منت کیجیے

تیری للچائی ہوئی نظروں سے کس طرح دل کی حفاظت کیجیے

خود جو مرتا تھا اُسے کیا مارا کام کچھ حسبِ لیاقت کیجیے

کفر و اسلام کا جھگڑا کب تک مرشد عشق کی بیعت کیجیے

دھوئیے جان سے اب ہاتھ آثر کیجیے اور محبت کیجیے

وہ اُدھر آئیں اِدھر گھر سے جنازہ نکلے یوں بھی حسرت نہ کوئی بارِ الٰہا نکلے

لطف کیا سینۂ بسمل سے جو تنہا نکلے تیر کے ساتھ ہی لازم ہے کلیجا نکلے

تیرا دیدار میسر ہو جو مشتاقوں کو رقص کرتا ہوا آنکھوں سے نظارا نکلے

خانقاہوں میں جسے یاد کیا کرتے ہیں
کیا تماشا ہو بت آئینہ سیما نکلے

کوہ و صحرا میں جہاں بیٹھ کے میں رویا تھا
اُن مقاموں سے سنا جاتا ہے دریا نکلے

ہنس کے کہتا ہے اثر سے کہ تمنا کم کر
یہ تو مشکل ہے کوئی تیری تمنا نکلے

کسی کو پاس مروت نہیں کجا نیکی
بدل گئی ہے کچھ ایسی ہوا زمانے کی

وہ مئی کہ جس سے چھلکتا ہی جام رندوں کا
کھنچی ہوئی ہے ازل کے شرابخانے کی

خبر یہ کیا تھی کہ راتوں کی نیند لوٹیگی
وہ مست آنکھیں وہ فرمائشیں فسانے کی

یہ دل ہے واسطہ ما بین خالق و مخلوق
یہ دل کلید ہے عرفان کے خزانے کی

نجوم و شمس و قمر چند حاجب و درباں
یہ آسماں ہی زمیں تیرے آستانے کی

ہوائے کوچۂ قاتل سے دل تڑپتے ہیں
بندھی ہوئی ہے کچھ ایسی ہوا نشانے کی

بہشت و نار کے ٹکڑے لگائے جاتے ہیں
بڑھائی جاتی ہیں رنگینیاں فسانے کی

سفر ہے دور سبکدوش اس جہاں سے چلو
تمھارے کام نہ آئے گا کچھ سوا نیکی

اُدھر تھیں بجلیاں بیکار ادھر قفس خالی
سمجھ میں آئی ضرورت اب آشیانے کی

ہر ایک قطرۂ خون شہید بسمل ہے
بس انتہا ہوئی قاتل ترے نشانے کی

جہاں یہ رستہ بھولا ہے بارہا زاہد
وہیں سے راہ مڑی ہے شرابخانے کی

خطا نہیں ہی نہ ہو تو ہے مالکِ مختار
اثر کے قتل کو حاجت نہیں بہانے کی

ضمیمہ

نہ کچھ خوفِ خدا انکو نہ کوئی پاس ایماں کا ۔۔۔ بتو کیونکر یقیں آئے تمہارے عہد و پیماں کا

گلو نہیں ہے یہ نامگ بوتہ یہ عالم گلستاں کا ۔۔۔ تماشا دیکھ میرے دیدۂ خونابہ افشاں کا

جل اٹھتا کیوں سینہ آسا دل زخمی کا ٹانکا ۔۔۔ مداوا چارہ گر مرہم لازم تھا پہلے سوزِ پنہاں کا

مرے غمخانہ میں ہر وقت دونوں وقت ملتے ہیں ۔۔۔ سحر نے بھی یہاں پہنا ہی جامہ شامِ ہجراں کا

دیارِ عشق میں جو سلسلہ جنبانِ وحشت ہے ۔۔۔ وہ اک فرسودہ حلقہ ہے مری زنجیرِ زنداں کا

اسیرِ دامِ ہستی ہے وہیں پہونچے گا جب چھوٹا ۔۔۔ حریم کوئے جاناں ہے نشیمن طائرِ جاں کا

قفس میں حسرتِ فریاد لیکر مر گیا آخر ۔۔۔ وہ قیدی جس کو منصب تھا غزلخوانِ گلستاں کا

وہی ہو شغل سینہ چاکی و ناکامی تو ہم ۔۔۔ قضیہ ختم ہوتا ہی نہیں دست و گریباں کا

نگاہ شوق نے وحشت کی آئینہ بندی کی ۔۔۔ جہاں کا ذرہ ذرہ علم رکھتا تھا بیاباں کا

اسیکا نام ہے حسن عمل دنیائے فانی میں ۔۔۔ جہاں تک ہو سکے کم کر تعلق جسم سے جاں کا

بھنور میں ناؤ ساحل دور اندھیری رات تنہائی ۔۔۔ وہ سناٹا ہوا کا وہ تھپیڑا موجِ طوفاں کا

ترا ناوک سدہارا ساتھ لیکر دل جگر دونوں
بہر صورت مجھے منظور دل رکھنا تھا مہماں کا

رقم آخر ہوا منجملۂ اسباب ویرانی
وہ دل شیرازہ تھا جو غم کی اوراقِ پریشاں کا

تک و دو عقل انساں کی یہاں پر ختم ہوتی ہے
کہ عالم فرش پا انداز ہے تیری شبستاں کا

ہوا ہے ایک طرزِ خاص کا موجد ہر اک وحشی
کوئی ٹکڑا نہیں ملتا گریباں سے گریباں کا

مبارک ہو جھلک پیدا ہوئی پھر دلکے داغوں میں
جنوں اب تو محافظ ہے آتش کے جیبِ داماں کا

ذوق کامل ہوا گر چشم تماشائی کا
اک کرشمہ ہے یہ ہر اسکی خود آرائی کا

دیدۂ انجم و گل نے بھی نہ دیکھا ابتک
دل سے بہتر کوئی جلوہ تری رعنائی کا

اس لئے مائل کثرت ہوئی وحدت تیری
یہ نہ سمجھے کوئی پابند ہے یکتائی کا

جل اُٹھے داغ سویدا جو وہ جلوہ دکھلائے
شوق رہجائے ہر اک آنکھ کو بینائی کا

عشق کے ساتھ بڑھی لذت دردِ جگری
کام کرتا رہا آزار مسیحائی کا

بیخودی شوق کی تھی جب یہ چمن آرا خیال
عالم وصل تھا عالم شب تنہائی کا

لختِ دل جو نہ مژہ سے سر دامن ٹپکا
نگہ عشق میں وہ داغ ہے رسوائی کا

اک فقط میں ہی نہیں کشتۂ انداز خمار
گل ہے خمیازہ کشِ ابتک تری انگڑائی کا

بے محابا جو اُلٹ دے کوئی چہرے سے نقاب
بھری محفل پہ گماں ہو ابھی تنہائی کا

نگہ ناز نے دنیا ہی وہ برہم کر دی
سلسلہ قطع ہوا دل سے شکیبائی کا

زردی رخ پہ فدا ہوتی تھی رہ رہ کے بہار
قابل سیر تھا عالم ترے سودائی کا

آچکی نیند اب انگڑائیاں لینے والے
مرگیا جاگنے والا شبِ تنہائی کا

گام زن راہِ ترقی میں کس و ناکس ہیں
ہم کو رونا ہے وہی عزتِ آبائی کا

تنگ صحرائے جنوں عرصۂ ہستی کوتاہ
رہ گیا شوق اثر بادیہ پیمائی کا

تغیر آشنا ہستی نشاں مفقود منزل کا
بہت دشوار ہے آسان ہونا میری مشکل کا

سفینہ توڑ کر ڈوبا ہوں یوں بحرِ محبت میں
کھلا ہے آج تک میرے لئے آغوش ساحل کا

نہ جانے کیوں مگر قاتل سنا کرتا ہے راتوں کو
زبانِ تیغ خوں آلود سے قصہ مرے دل کا

کچھ اسکے دل سے مرگ ناگہاں کی حسرتیں پوچھو
کیا ہو آبلوں کی نذر جسنے شوق منزل کا

ارے کچھ ہوش ہے مجنوں دل لیلیٰ پہ کیا گذری
نگاہِ شوق سے پردا لرز جاتا ہے محمل کا

بہار آئی رگوں میں خوں دوڑا کان بجتے ہیں
دل دیوانہ پھر مشتاق ہے شورِ سلاسل کا

کوئی دم توڑتا ہے کوئی دل تھامے ہے مقتل میں
کہ بسمل تیغ کا گھائل ہے قاتل چشمِ بسمل کا

صباحِ عید ہے گویا ترانے گائے جاتے ہیں
شہیدانِ محبت دادِ جانبازی کی پاتے ہیں

خبر اپنی نہیں عبرت کے قابل رنگِ گلشن ہے
ہنسی آتی ہے پھولوں کو جو غنچے مسکراتے ہیں

قرار آیا نہ صبر آیا نہ وہ آئے نہ دم نکلا
تری تاثیر بھی اے نالۂ دل آزماتے ہیں

تلوّن سے جنھوں نے خاک میں مجھکو ملایا تھا
تماشا ہے وہ میری خاک سے اُمن بجاتے ہیں

تمہارا در سہی دستور ہے آوارہ گردوں میں
وہاں سے پھر نہیں اُٹھتے جہاں یہ بیٹھ جاتے ہیں

فسانہ سازیاں کبتک بساط آرائیاں کبتک
کلیجا تھام لو ہم دردِ دل اپنا سناتے ہیں

کبھی گورِ غریباں کیطرف بھی ہو گذر اُنکا
صبا کو جو خرامِ ناز میں ٹھوکر لگاتے ہیں

وہ کوئی اور ہونگے جنکی آنکھیں جھک گئیں قاتل
بہادر معرکہ میں چہرہ پر تلوار کھاتے ہیں

مبارک ہو دلِ بیتاب منہ مانگی مراد آئی
ہمیں جو آزماتے تھے وہ خنجر آزماتے ہیں

فغانِ مُرغِ خوش الحاں سحر گہ خوب ہے لیکن
شکستہ دل ہنسی کو درد کا پردا بناتے ہیں

نثار اس چارہ سازی کے نثار اس دلنوازی کے
دہانِ زخم آبِ تیغ سے دُھلوائے جاتے ہیں

رہا ہے سابقہ غم سے یہانتک ہمنشیں مجھکو
خوشی کے نام سے بھی اشک آنکھوں میں بھر آتے ہیں

زمینِ شور سے جز خار و خس حاصل نہیں ہوتا
اثر اس طرح میں کیوں آپ وقت اپنا گنواتے ہیں

ہماری دیوانگی کے آغاز میں وہ رستے نکل رہے ہیں
بڑے کہن سال ہیں جو وحشی کلیجے اُن کے دہل رہے ہیں

دہن سے قاتل کے آہ نکلی زبانِ خنجر سے واہ نکلی
دو نیم دل ہے جگر دو پارہ شہید لیکن سنبھل رہے ہیں

نثار ان دیدہ ریزیوں کے کہ زخم بھرنا تو ایک جانب
جہاں پہ ٹانکے دیئے تھے تم نے وہاں سے پیکاں نکل رہے ہیں

مجھے خبر کیا تھی اس کی ہمدم نگاہ ایسی کٹیلی ہوگی
وہ چوٹ کھائی ہے سامنے کی کہ ابتک آنسو ابل رہے ہیں

چلا چل اے دل سنا ہے قاتل نے تیغ کھینچی غلاف پھینکا
لہو سے تر ہے زمین ایسی کہ پاؤں سب کے پھسل رہے ہیں

ذرا خبردار قیدیوں سے چمن میں فصلِ بہار آئی
پھر ان کی زنجیر پا کے حلقے جنون کے سانچے میں ڈھل رہے ہیں

حواس برجا نہ دل ٹھکانے کٹے گی یہ رات آخر پہ کیونکر
وہ شامِ غم کا لگا ہے دھڑکا چراغ کچھ دن سے جل رہے ہیں

سمجھ میں آئے جو تدبیر کریں کیا جانوں
مرض ہی کیا مجھے اے چارہ گر میں کیا جانوں

نہیں یہ عمر گذاری ہیں یہ مرنے وو
تمہارے در کے سوا اور در میں کیا جانوں

تپش بنی ہے جن اجزاء سے علم ہے مجھکو
تعلقات نگاہ و جگر میں کیا جانوں

ہمیشہ وقت سحر نیند آگئی مجھ کو
یہ سچ ہے لذّت درد جگر میں کیا جانوں

برا ہو دل کا سنبھلنے ہی کب دیا اسنے
کدہر وہ آئے گئے وہ کدہر میں کیا جانوں

کبھی جو پردے میں اظہار درد دل کیجے
تو ہنسکے کہتا ہے ہوگا اثر میں کیا جانوں

دل زخم خوردہ کو تڑپانے والے
بڑے شوخ ہوتے ہیں شرمانے والے

یہ نقش وفا اور ابھرینگے مٹ کر
مزار غریباں کو ٹھکرانے والے

ترس بھی کسی روز آتا ہے دیکھیں
سلامت رہیں دل دکھا جانے والے

انھیں کی ہے دنیا اُنھیں کا زمانہ
ستم ڈھائے جائیں ستم ڈھانے والے

سسکتے رہے جاں بلب کیسے کیسے
عیادت کو آتے رہے آنے والے

ادھر آ کلیجے میں تجھ کو چھپا لوں
خود اپنی اداؤں سے شرمانے والے

ارے دل نہ آنا فریبوں میں ان کے
بڑے بیوفا ہیں قسم کھانے والے

ادھر دیکھتا جا ادھر دیکھتا جا
ارے جانے والے ارے جانے والے

نہ تحقیق منزل نہ راہوں سے واقف
چلے جا رہے ہیں چلے جانے والے

اثر کو وہ خنجر سے دھمکا رہے ہیں
وہی! اپنے سایہ سے ڈر جانے والے

اگر آئے آہ لب پر مرے قلبِ ناتواں سے
یہ فضائیں گونج اٹھیں ابھی شورِ الاماں سے

رہے جبتک اس جہاں میں رہے ہم تو نیم جاں سے
کبھی اپنے دل کے ہاتھوں کبھی جورِ آسماں سے

نہیں شرط ابتدا کی نہیں قید انتہا کی
ہے لطیف قصۂ غم اسے چھیڑ دو جہاں سے

وہ نرالے درد ہوئیں کہ جو دلسے کھینچ کے نکلے
کبھی حسرتِ فغاں ہیں کبھی لذت فغاں سے

دلِ مضطرب کا عالم شبِ غم نہ پوچھ ہمدم
سرِ شام جیسے طائر کوئی چھوٹے آشیاں سے

جسے اپنی جستجو ہو جسے اپنی آرزو ہو
وہ ستم کشِ تمنا تمھیں ڈھونڈے کس نشاں سے

اسی ڈر سے آنکھ بھر کے کبھی عمر بھر نہ دیکھا
مگر آہ اُس پہ بھی تم رہے ہم سے بدگماں سے

مری خاک کے جو ذرے گئے منتشر فضا میں
بڑھے کسقدر ستارے کوئی پوچھے آسماں سے

نہ گلوں میں دلکشی تھی نہ یہ بلبلوں کے نغمے
لئے مستعار ٹکڑے مرے دل کی داستاں سے

کبھی دل جگر کا رونا کبھی حسرتوں کا ماتم — یہی امتحاں ہے اُنکا تو حذر ہو امتحاں سے
مری سجدہ ریزیوں سے جو ازل میں نقش ابھرے — ہوئے منتقل جبیں میں ترے سنگ آستاں سے
وہ اسیر رنگ و بو ہوں کہ اگر قفس میں پھڑکوں — تو بہار پھوٹ نکلے خس و خار آشیاں سے
اثر شکستہ دلکی یہ ہو شرح زندگانی — کبھی شغل سینہ کوبی کبھی کام ہو فغاں سے

مجھ کو گلہ ہے تو یہ کاتب تقدیر سے — دور بہت جا پڑا منزل تدبیر سے
اور توقع تھی کیا اس فلک پیر سے — حسن کی شہرت ہوئی عشق کی تشہیر سے
شاہد حسن ازل پردہ سے باہر نکل — کھنچ گئے نقشے ہزار اک تری تصویر سے
یاد مسلسل رہی ربط کوئی تھا ضرور — طول شب ہجر کو زلف گرہگیر سے
دلکی طرح کوئی شے ہاتھ میں قاتل کے تھی — تیر کہاں کھنچ سکا سینۂ نخچیر سے
کون یہ قیدی چھٹا آتی رہی دیر تک — ایک صدائے حزیں خانۂ زنجیر سے
رسم محبت کوئی اس سے بنا ہے تو کیا — بات کا جو دے جواب خنجر و شمشیر سے
باتیں بناتا رہا شوق بڑھاتا رہا — لے گیا دل بیوفا حیلہ و تدبیر سے
عشق کی شوریدگی اب بھی وہی ہو جو تھی — رنگ اُڑا ہی کیا قیس کی تصویر سے
ہائے وہ نمدیدہ آنکھ جسپہ کوئی ہنس دیا — ہائے وہ ناسور جو بند ہوا تیر سے
لاش ابھی اُٹھ چکی عاشق ناشاد کی — آئے مگر آپ آئے اِک ذرا تاخیر سے
قیدی بےخانماں سنکے رہائی کا حکم — روئے لپٹ کر بہت پاؤں کی زنجیر سے

ہم سے حقیقت سنو ہستی موہوم کی — خواب فسانہ ہوا کثرت تعبیر سے
پاس ہے دل کے جگر ہوش میں آؤ اثر — بے خبری اسقدر آہ کی تاثیر سے

باغباں گلشن میں تیرے شکل کیا آرام کی — ہیں نشیمن میں مگر دہشت لگی ہے دام کی
کہہ رہی ہے حسرتیں مٹ کر دل ناکام کی — فکر لازم تھی اثر آغاز میں انجام کی
کیجئے کس سے شکایت بخت نافرجام کی — دست ساقی سے تمنا رہ گئی اک جام کی
کچھ نہ کچھ تو راستہ ہموار ہوتا جائے گا — ہمت افزا رہی ہیں ناکامیاں بھی کام کی
میکدہ کا ذرہ ذرہ روکش خورشید ہے — گردش افلاک گردش ہے ہمارے جام کی
رہ نورد عشق ہوں منزل سے مجھ کو کیا غرض — مل گئی ہیں سرحدیں آغاز سے انجام کی
قرب پر نازاں ہیں جو پوچھے کوئی اُنسے کہ ہم — نام لینے کی اجازت اور ادھیڑے نام کی
آج عالم اور ہے تو اور ہے ہم اور ہیں — مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں اے دل شام کی
محفل ساقی سے اُٹھے تشنہ لب وہ مے پرست — ہو ظروف میکدہ پر مہر جسکے نام کی
وہ شراب شوق جو خمخانۂ دل میں کھنچی — تر گیا جسکو ملی تلچھٹ بھی اسکے جام کی
کچھ بگولے چند وحشی ملکے باہم دشت میں — مجلسیں کرتے ہیں اب تک قیس تشنہ کام کی
کفر پر مائل ہوئی پھر طبع آزاد اثر — دھجیاں بٹنے لگیں پھر جامۂ احرام کی

جب سے اُنکی آنکھ گل سے لڑ گئی ہے — چمن میں لوٹ ہر سو پڑ گئی ہے

یہ کہکر اُسنے آنسو بھی نہ پونچھے — تجھے رونے کی عادت پڑ گئی ہے
رسا کرتا ہے اک ناسور گویا — پلک سی دل میں جب سے گڑ گئی ہے
نگہ پیہم کلیجے میں در آئی — چھری اکثر چھری سے لڑ گئی ہے
قیامت تھی قیامت ترچھی چتون — یہ پھانس آڑی جگر میں گڑ گئی ہے
نگاہِ شوخ اُس کا فر ادا کی — اثر کے قتل پہ آج اڑ گئی ہے

ہر دم ہر لحظہ ماتم ہے — یعنی دل جانے کا غم ہے
رخ پہ زردی لب پر آہیں — دیوانوں کا کیا عالم ہے
جانے دو ذکر دردِ دل — اب بھی ہے لیکن کم کم ہے
رسوائی ہے میرا گریہ — چشم شبنم بھی تو نم ہے
ایسے میں اثر کو دیکھ آؤ — باقی اسمیں کچھ کچھ دم ہے

فنا یہ جسکی بنا ہے وہ ہی بقا میری — یہ ابتدا ہے تو کیا ہوگی انتہا میری
پھر اُسکے بعد وہ شرمائے اور بہت شرمائے — گدا سمجھ کے سنا تو کیئے صدا میری
کسی سے کوئی حیا نزع میں بھی کرتا ہے — بس اک نگاہ کی محتاج ہے قضا میری
تعلقات کی دنیا عجیب دنیا ہے — تری جفاؤں کا موجب ہوئی وفا میری
وفور شوق کی بیداد مختصر یہ ہے — تمام عمر بھٹکتی پھری دعا میری

مرض علاج سے بڑھتا ہی چارہ گر باز آ — مری دوا ہے یہی کچھ نہو دوا میری
مزار غیر پہ جاتا ہے فاتحہ پڑھنے — جو یاد آتی ہے بد عہد کو وفا میری
خیال کوئی تھا دل میں زباں سے کچھ نکلا — مری نگاہ سے خود گر گئی دعا میری
خدا کے واسطے اب بھی ستم سے ہاتھ اُٹھا — کہیں لہو نہ رلائے تجھے وفا میری
درِ قبول کھلا اور کھل کے بند ہوا — اثر کو ڈھونڈتی ہی رہگئی دعا میری
تمھارے ساتھ زمانہ خلاف ہی مجھ سے — قضا بھی کہتی ہی پوچھے تجھے بلا میری
زمین سخت فلک دور سنگدل وہ بت — مجھی پہ ٹوٹ پڑی آہِ نارسا میری
جو پوچھا قتل دو عالم سے کون مانع ہی — تو سر جھکا کے یہ بولا آثر حیا میری

اے چرخ ستم تجھپر ٹوٹے — کیسے کیسے ساتھی چھوٹے
عشق اب ہم میں کچھ حال نہیں — کبتک کوئی چھاتی کوٹے
مشکل تھا سکون وحشتِ دل — اچھے اچھے خنجر ٹوٹے
سبکی سُن لے، کر اپنی سی — اس میں سچے ہوں یا جھوٹے
کوئی دیکھے تو کیا دیکھے — پردے اُٹھے پردے چھوٹے
ہاں ہاں اے صحرا کے کانٹو — دیکھو دیکھو چھالے پھوٹے
آڑی ترچھی تلوار چلے — بسمل کچھ تو لذت لوٹے
نازک تھا بخیۂ زخم جگر — غنچے چٹکے ٹانکے ٹوٹے

قسمت کی شکایت کیا کیجے، خضرِ دل جب منزل لوٹے
کتنے ہی دل تم نے توڑے کچھ ایسے تھے جو خود ٹوٹے
اِک سادہ رو کسن نے آثر دل دونوں ہاتھوں سے لوٹے

دست ساقی سے وہ لبریز ملا جام مجھے ڈھونڈھتی پھرتی ہے خود گردش ایام مجھے
آہ تڑپائے گا کب تک دل خود کام مجھے تیرے ہاتھوں کسی پہلو نہیں آرام مجھے
پھر کہاں ہیں کہاں گلشن کا نظارہ صیاد اور رہنے دے ذرا دیر تہِ دام مجھے
عمر بھر خاک اسی کوچہ کی چھانی لیکن پھر بھی آیا نہ نظر عشق کا انجام مجھے
کعبے جاتا ہوں تو کرنے تمھاری فریاد کوچۂ زلف میں لوٹا ہے سرِ شام مجھے
پردے پردے میں چلا جاتا تھا الفت کا راز کر دیا دیدۂ خونبار نے بدنام مجھے
تپشِ شوق بڑھی اور یونہیں کچھ تو آثر جینے دیگی نہیں یہ لذتِ پیغام مجھے

یہی انتظار رہیم دل بیقرار ہوتا
کہ وصال میں پھر اپنا تجھے انتظار ہوتا

نزع میں آخر کھلا یہ اتحاد جزو و کل
یادگار حسن دل میں یادگار درد تھا

نتیجہ کچھ تو کوشش کا تری اے چارہ گر نکلا
لئے سینہ سے دل اُس شوخ کا تیرِ نظر نکلا

ہستی سے گذر غافل تو نکہت گل بنکر
پُرخار یہ منزل ہے آرام نہیں اچھا
محروم جفا میں ہوں دشمن پہ عنایت ہے
مشہور ہے بد اچھا بدنام نہیں اچھا
اُس شوخ کی الفت سے باز آؤ اثر اب بھی
آثار یہ کہتے ہیں انجام نہیں اچھا

کسی کے شکوہ بیجا پہ منھ سے اُف نکل جائے
بس اک دم بھر کو اسے دل ضبط کا پردا اُٹھا دینا

موجۂ گل کی روانی گرد تھی وہ لہکنا زخم دامندار تھا

کبھی ہم تو اتنا ہنسے بھی نہ تھے کہ جتنا ہمیں آسماں نے رُلایا
کہاں کی عداوت تھی ہم سے صبا کو چراغِ لحد شام ہی سے بجھایا

شوق جب حد سے بڑھا درد ہوا حاصلِ درد دمِ سرد ہوا
زندگی عشق میں بس اتنی تھی آہ کی زرد ہوا سرد ہوا
نٹ کے بھی یہ دل بیتاب اثر جو نہ بیٹھی کبھی وہ گرد ہوا

دمِ آخر پسینہ ماتھے کا عرقِ انفعال ہے گویا
سینہ کاوی کا ہوش پھر آیا اب طبیعت بحال ہے گویا
رخصتِ مرگ بھی نہیں دیتے کچھ اثر کا خیال ہے گویا

سرگرم سفر ہوں کوئی رہبر ہے نہ ساتھی — اے دوری منزل ہے فقط تیرا سہارا
اک داغ ہے دلبر مرے اک داغ جگر پر — ہی پہلوے خورشید میں رخشندہ ستارا
میں ٹوٹے مزاروں پہ یہ چلاتا ہوں ہر شب — کچھ حال کہو اپنا سنو حال ہمارا

چند قسمیں جنوں کی ہیں ناصح ! — تجھ کو سود اے وعظ و پند ہوا

دل کہ نشترکدہ ناز تھا برباد ہوا — تم تو یاد آئے بہت وہ بھی مگر یاد آیا

بیخودی پردہ دار غفلت ہے — غم اٹھانے کا حوصلہ نہ رہا

بھولنے والے کو شاید یاد وعدہ آگیا — مجھ کو دیکھا مسکرایا خود بخود شرما گیا
حشر تک سوز غم پنہاں سے چھٹکارا نہیں — بجھ نہیں سکتا وہ شعلہ تو جسے بھڑکا گیا
رنج و راحت کا مجھے احساس کیا ہو ہمنشیں — دل وہ غنچہ تھا کھلا اور کھلتے ہی مرجھا گیا

نگاہ میگوں سے تیرے ساقی خبر ہے دل کا حباب پھوٹا
بھری تھی جس میں شراب الفت وہ ساغر لاجواب ٹوٹا

مجھ کو قرار آئے تو اب آئے کس طرح — پہلو سے وہ چلے گئے دل جائے جس طرح

ایک ناکامِ تمنا، ایک محرومِ وصال — وائے قلبِ ناتواں، ہیہات جانِ مستمند
جل گئے یوں شامِ غم ملکر بہم قلب و جگر — شمعیں دو روشن تھیں لیکن ایک شعلہ تھا بلند

دھوکا ترا ہوتا ہے ہر اک رہگذری پر — کچھ سوجھتا انساں کو نہیں دل لگی پر

اے تاجدارِ حسن! گداؤں پہ رحم کر — محتاج اک نظر کے ہیں للّٰہ اک نظر

طوق و زنجیر لئے مست ہوائیں آئیں — کوچۂ زلف سے گھنگھور گھٹائیں آئیں

وضع کا پاس آبرو کا لحاظ — ہیں یہ کس روزگار کی باتیں
وجہ بیگانگی ہوئیں آخر — اک تغافل شعار کی باتیں
رفتہ رفتہ وطن میں پہونچی ہیں — اک غریب الدیار کی باتیں

دیکھ اے جذبِ محبت! وہ زمانہ آیا — قصہ گو اب مرا افسانہ کہا کرتے ہیں
دل میں طوفان اُٹھائینگے یہ قطرے اکدن — قہر کرتے ہیں وہ آنسو جو پیا کرتے ہیں

غربت نصیب کچھ ہیں صحرا میں بزم آرا
افسانے ہیں وطن کے افسانہ ہیں وطن میں

میری نظر سے دیکھو میرے جگر سے پوچھو
سو بجلیاں نہاں ہیں ماتھے کی اک شکن میں

حسرت ہے اُسکی حسرت اسکی خزاں خزاں ہے
جو آخری شگوفہ مرجھا گیا چمن میں

مدعائے گم شدہ کی فکر میں
مثل گرد کارواں برباد ہوں

حال دل اُس بدگماں سے کیا کہوں کیونکر کہوں
جی میں آتا ہے کہ اکدن زہر کھا کر سو رہوں

رات فرقت کی نہیں کٹتی نہ آتا ہے قرار
موت بھی آتی نہیں اے میرے اللہ کیا کروں

وہ آئے حال پوچھا، اُٹھ گئے کب کے خفا ہو کر
میں اب تک یہ سمجھتا ہوں مرے پہلو میں بیٹھے ہیں

شبیہ درد ہوں تصویر جان زار ہوں میں
یہ کس مریض محبت کی یادگار ہوں میں

پردۂ موت میں اُن سب کی حقیقت ہے نہاں
جو کرشمے نظر آتے ہیں اثر ہستی میں

مر کے بھی بحر محبت سے ہے دشوار عبور
اسکے ہر قطرہ میں دریا ہے خبر تجھ کو نہیں

اپنا طالب ہو اگر اُسکی تمنا ہے اثر
تو ہی جلووں کا خلاصہ ہے خبر تجھ کو نہیں

یہ معجزہ ہے تصور کا تیرے پردہ نشیں — کہ مجھ میں اور تصور میں امتیاز نہیں

محبت کیا نہیں کافی تھی میرے قتل کرنیکو — خدا کے واسطے بولو تو آخر سرگراں کیوں ہو

تصور اُسکا اگر ہو صادق تو محو نقش خودی ہو دلسے — جہاں خودی ہے وہاں خدا ہو فنا میں رنگ بقا عیاں ہو

گلہائے شگفتہ مرے دامن میں بھرے ہیں — رنگینی دامانِ سحر دیکھنے والے

اس بزم جہاں کی زینت کا کھلتا ہی نہیں کیا حاصل ہے — اک وہم تمنا ہستی ہے اک داغ تمنا دل ہے

دعویٰ تھا جنھیں جانبازی کا دم بھرتے تھے جو جو الفت کا — سب ساتھ ہمارا چھوڑ چلے درپیش کیسی منزل ہے

بتان سنگدل سے دل لگا کے — ملا کیا تجھ کو او بندے خدا کے

خیال ضبط نالہ پاس الفت — مصیبت میں پڑا ہوں دل لگا کے

اگر خاموش رہتا ہوں تو دم گھٹتا ہے سینے میں — اگر فریاد کرتا ہوں کلیجا منہ کو آتا ہے

کبھی خاموش رہتا ہوں کبھی فریاد کرتا ہوں — الٰہی کس مصیبت میں محبت نے پھنسایا ہے

وہ ناکام تمنا ہوں نوید وصل ہو مجھ کو | جواب نامہ میں جو موت کا پیغام بھی آئے

یہ بسمل یوہیں تڑپینگے کھنچی ہیں جیتو بیں جبتک | ذرا تم کو ہنسی آئے تو قصہ پاک ہو جائے
جگر میں آگ کیوں بھڑکے رگوں میں خوں کیوں کھولے | اگر سوز غم فرقت سے یہ دل خاک ہو جائے

دیکھکر لغزش مستانہ پائے ساقی | فرط حیرت سے اثر جام کو گردش نہ رہی

یہ طرفہ تماشا ہے وہ خاک نشیں خود ہیں | جو خاک نشینوں کو برباد کیا کرتے
کیا وہ بھی زمانہ تھا بیتاب جو میں ہوتا | اک حرف تسلی تم ارشاد کیا کرتے

یا ناکھی جتنی داد محبت کی پا چکے | اللہ اب تو موت کہیں جلد آ چکے
موجودہ طرز دور بدلنا نہ ای فلک | اب سیر کر رہے ہیں وہ بسمل بنا چکے

آج ساقی تری نگاہوں نے | کچھ نہ کچھ جام میں ملایا ہے
مجھ کو اپنی خبر نہیں اے دوست | ہائے کس وقت میں تو آیا ہے
ہے تصور کی بھی نرالی شان | جو ہے نادیدہ اُس کو پایا ہے

اس لئے دیکھتا ہوں تیری نگہ کی گردش — دیکھنا ہے مجھے دنیا کی حقیقت کیا ہے

کہہ رہی ہیں باغ میں کلیاں چٹک کر بار بار — شاہد حسن ازل پھولوں کے پیراہن میں ہے

تمہارا حسن آرائش، تمہاری سادگی، زیور — تمھیں کوئی ضرورت ہی نہیں بننے سنورنے کی

یوں گذرتے ہو کبھی گویا شناسائی نہ تھی — دلنوازی کے وہ سب اگلے طریقے کیا ہوئے

دزدیدہ نگہ لب پہ ہنسی آنکھوں میں شوخی — پھر دیکھ لے مجھ کو اسی انداز سے کوئی

جب زلف بکھرائے ہوئے لیلےٰ کی طرح تم آتی ہو — غنچوں کی چٹک پھولوں کی مہک سے دل کی کلی کھل جاتی ہے

عبث دیر و حرم کا عزم ہے کیا تجھکو سودا ہے — اثر جسکی تمنا ہے وہ تیرے دل میں رہتا ہے
مجھے تو رشک ہے اُنپر محبت کے جو بندے ہیں — نہ انمیں کوئی جیتا ہے نہ ان میں کوئی مرتا ہے
اسی کی ضو میں آتی ہے نظر وہ صورت زیبا — جو آنسو لخت دل لیکر مری آنکھوں سے بہتا ہے

حسرتیں دل کی مجھے رو بھی چکیں دیر ہوئی — آپ اب پوچھتے ہیں تیری تمنا کیا ہے

کس کی نگاہ لطف نے روشن کیا داغ
تفسیر لکھ رہا ہوں میں اپنے گناہ کی

جگر میں درد چہرہ زرد ہے سینہ خراشیدہ
یہ تحفے پیشگاہ حسن سے میری وفا لائی

ہونے میں بقا اور نہ ہونے میں فنا ہے
یعنی تری مرضی ہے فنا ہے نہ بقا ہے

ابھی تو نالہ بھی حلق بریدہ سے نہ نکلا تھا
سنبھالے کیوں ہیں دل کو رقص بسمل دیکھنے والے

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۵	یہ کھینچی	کھنچی
۵	۳	محفل	محمل
۱۰	۱	ارمان	حرمان
۱۲	۱۲	گرانیِ زیست	گران زیست
۱۴	۶	میری	تیری
۱۴	۷	دریا	دنیا
۱۹	۲	تھپکنا	تھپکتا
۲۱	۱۲	بزم سے اسکی چلیے	بزم دنیا سے اُٹھے
۲۲	۱۳	گریہ کا	گریہ کو
۲۳	۷	رہی	بھی
۲۹	۱۰	تیر	تیرے
۳۱	۸	پھرے	پھیرے
۳۲	۸	ہو	ہوا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴	۳	سے	ہے
۳۹	۱	پرکن	پردون
۴۹	۸	دلائیں ہمیں	دلاؤں مجھے
۴۹	۱۰	کھینچ	کھنچ
۵۱	۷	الکا	اٹکا
۵۴	۱	مرا دل	میرا دل
۵۶	۹	دون	دو
۵۸	۱۴	لو	تو
۶۰	۶	خطا دار	خطاکار
۶۵	۴	ہے	ہو
۷۰	۱۰	محفل	مجلس
۷۵	۱	دلچسپی	دلچسپ